

”شکال“ کی سرز میں پر قیم لینے والی خیرانگیز کہانیاں

مکھرے کھو لگئیں

ایں صفحی





نظامِ لامحٹی اور بھینس کے ناروے پر چلتا ہے! جس کا لوارب  
نامیں ستر اُسی کا چلے گا! . . . اکثر دو طاقوڑیں کی روز آزمائی  
پورے غلاتے کو جنم بنا کر رکھا دیتی ہے اور چھراں میں سے ایک  
باتی رہ جاتا ہے! اب کی گز دنیں اُس کے آگے جھک جاتی ہیں!  
چھر اُس وقت تک اس کی حکمرانی رہتی ہے، جب تک کوتی دوسرا  
اُس سے نہ تکڑا جاتے! اگر اُسے نیچا دیکھنا پڑتا تو کھل ختم اور زہر  
اُسی کا اقتدار! - !

عام آدمی ان حالات سے دور رہتے تھے لیکن کچھ لوگ تو کسی  
نہ کسی کے طرف دار ہوتے ہی تھے! اور نہ دفر لیقوں میں اقتدار کی  
جگہ کیسے ہوتیں! فریقین کے ساتھی مرے بھی کرتے تھے اور بڑی  
بیداری سے نار بھی قیامے جاتے تھے۔ شکست خود زدہ فرقی کے ساتھیوں  
کو پاتال میں بھی پناہ نہ ملتی وہ چون پھر گمراہ ڈالے جاتے! ان کے  
بیخوں تک سے استغام لیا جاتا! اکثر تیورہ مایین بچوں کو لے کر ادھر  
ادھر چھپتے جاتے اور مسامی میں ان کی پردش کرتیں! اگر پچیس  
سال بعد بھی ان کا راز افشا رہو جاتا تو بر اقتدار دشمن انہیں زندہ  
نہ چھپتا تا بیتہ! آہین اس پرستیوں کا مل تھا کہ اگر سانپ کے ساتھ  
ہی سپوں لے بھی ان فنا کر دیئے جائیں تو ایک نا ایک دن وہ چون  
ضرورا طھا تے ہیں! اب اور ان الہات بہم من احمد! - !

۱) ایرج بھی ایک ایسا ہی نوجوان تھا جس کی ماں نے اُسے بڑی

مشکل سے ایک بڑے دشمن کی نظر دن سے آج تک جھیاٹے رکھا تھا! -  
یہ دشمن تھا بھاگ فیکر دن! آج سے پندرہ سال ہیلے ایرج کے  
بایب نے ضمک کے ایک خلاف کی حماست کی تھی اور دونوں کی اوزیں  
کے درمیان نا اگلی تھا! ایرج کی ماں کو جب اس کی اطلاع می توڑہ  
اسپی اکٹے نکھے گولے کر سرخان سے کملک بھاگ آئی۔ اس وقت  
ایرج صرف پانچ سال کا تھا! -

کملک میں اُن کی ماں کو بڑی مصیبتیں چھینی پڑیں! پھر  
تقریباً پانچ سال کی محنت تاریخ کے بعد وہ ایک خقر سافار قائم  
کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی! ایرج بھی بڑھتا رہا اور فارم میں بھی ترقی  
ہوئی رہی! اور اب دو ان کے پاس چار سو بھیریں تھیں اور ایرج  
لاہ اور انہوں کے ذخیرے پڑو سی ملکوں ہٹکے جانے اور ان  
کے عرض چائے اسلو اور شکر لانے کے تاب ہو گیا تھا! بڑھی ہوت  
اپنے جوان اور معنیتی بیٹے کو دیکھتی اور نہال ہو جاتی! .. لیکن  
اچانک اس کی زندگی کے اوق پر دوبارہ وہی تحریک شروع ہو گئی  
ہوا، جس نے پندرہ سال ہیلے اس کی ہاتھ اجڑی بھی! -  
ضمک فیکر دن کسی سے پڑتے کر سرخان سے بھاگا اور اُس نے  
بھی کملک ہی میں پناہ لی! بگا بڑھی سمجھتی بھی کہ وہ اُسے یا اس کے  
بیٹے کو پہچان نہ کے گامگیر چھر بھی اُس کی راتوں کی نیندیں اٹک گئیں  
اُن دون کملک میں خان غرباں کا سکر چلتا تھا! لیکن خان غرباں

کے ساتھ کلاں کی اس رعایت میں داخل ہوا، وہاں خان غرباں اپنے پندروں کے ساتھ شکار کیلی رہا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کو تباہ کر دہ کون کے مخاک کے ایک ساتھی نے پیچاں لیا اور مخاک کو تباہ کر دہ کون میں پڑا۔ مخاک نے تباہ کر دہ کون سے بہتر اور کوئی موسم نہیں تھیں۔ ہوسکتا باس نے اپنے دو دو دمیوں کو جھاڑیوں میں دور دوڑ کر چھڑا دیا اور ہو ایست کر دی کیجے بعد دیگر سے دہ اس طرح دوڑ دوڑ کر جملہ اور رہوں۔ جسے کسی غیر نظم فوج کی کردار میں اندر خارج پندرا جسے کر رہی ہوں! یہ مخاک کا ہوت پرانا گھر ہا اور وہ اس طرز جگ کامہر سمجھا جاتا تھا! اس کے سطحی امیرزادی اس جاس تبدیر سے دشمن کی صفوں میں ایسی ایسری چلائی کر پھر اس میں سنبھلے گامو قریبی کی تلتا ایسا۔ خان غرباں نے اس طبقت پر صرف چار آدمی تھے! مخاک نے خان سینت ایں ادیوں کر دیں۔ دیکھ دیا اور بقیہ دو کوچ کر لکل جاتے دیکھا اس نے خود اسی اس کے پیچے گھوڑا والا تھا! اسکی ان اس کے گھوڑے کی زندگانی سیز نہیں تھی کہ وہ ان کے پیچے لکھتا ایسا۔ اس دیکھا جا بس وہ گھوڑے کی یہ ت پر بیٹھا فماز کرتا اور لغرنے لگکا چلا جا رہا تھا۔

میں تھوں از دیش شن سور کا بیٹا جبایہ مصیک نیگر اون گلے۔ جس کی ضرب کی تباہی شکر ال کا نسبت سے بڑا پھماڑ بھی نہیں لاسکتا! —

کا امنیت اور ہر دلخیزی کی بنا پر تھا اور اسی امنیتی نہیں تھا اب اسی تو پڑو  
تھا! لیکن اپنی ازیزی کو گون کو نسلکار نے اپنے سرف نہیں کرتا تھا اسی سے  
زیادہ طاقتور لوگ بھی ملکاں میں موجود تھے! لیکن وہ خان غربال ہی کو ستر  
بھخت تھے ایک ملکا کیوں میں یوں بھی محفوظی بہت انسانیت بھی ایکو کر  
یہ شکران کا سب سے زیادہ زیر حفظ تھا! ان آسانیوں نے انہیں زندگی  
کے درستے مسائل کی طرف بھی رجوع کیا تھا، وہ بروقت پیٹ کی  
نکر میں رہتے یاؤں کی طرح جھلے نہیں تھے۔ ولیسے عبوری بہت  
وہشت ان نیز بھی بھتے لشی اشراط ہی کا نتیجہ کامایا کیا تھا۔  
لیکن وہ شکران کی دوسری بستیوں کے باشندوں کی طرح یہم خواں  
نہیں تھے۔ اسی طبقہ کی بستیوں کے باشندوں کی طرح یہم خواں  
اُدھر شکران کی دوسری بستی ڈاؤں کا خیال ہوا کہ خدا ملکا  
لی بیڑوں گر آب و ہوا سے محفوظ ہی رکھے ای دوسری بستیوں  
کے باپ اپنے بچے بخوبی پر بکھرتے تو یہ ضرور کہتے۔ اُنے کیا تھا  
ملکاک کی اٹی سب سے ہمبوڑا۔ اسی مداری پر اسی مداری  
ضحاک نیکر دن بج کا فی عرصے سے سرخان پر حکومت کرنا تھا  
تھا، اپنے ایک عریق سے شکست کھانے کے بعد غالباً اسی لئے  
ملکاک کی طرف آیا تھا کہ ہمارا اُنے ایک جگہ جعلنے میں دیر مہین  
لگائے گی! اسی دلائل اسی اسی دلائل اسی دلائل اسی دلائل  
لیکن یہ بھی شدید ہی تھی کہ جس وقت وہ اپنے عکس کی خور دہ شاپتوں

حقیقتاً ہوا آئی فائز کر رہا تھا، درست وہ پنج کر نہیں جائسکتے تھے اُنہیں  
کچھ دور دوڑا کروہ پھر اپنے آدمیوں میں والیں جلا لیا تھا! اسے  
راوھروہ دونوں بھائیوں والے لبتوں میں پنجھ آور چاروں طرف  
گھوڑے دوڑا دوڑا کر چخنا شروع کر دیا۔ صنگھ میلکردن نے اُبیک  
بیٹے شکر کے ساتھ ہملہ کر کے خان کریم کر دیا اور اب سرخانی  
درنہے لستی کی طرف بڑھے چلے آرے ہیں! ”  
دوسری طرف ضحاک کی سنبھالی بھی کلتی میں سر ایسکی پھیل  
جاتے اُاسی لئے اس نے کسی طریقے کے حملے کا سوا ایک ریاضا  
تھا! اور خان کے ساتھیوں میں سے دو کو بچ کر نکل جانے دیا تھا!  
اس کے بعد وہ خان اور اس کے دونوں بھائیوں کے سر اور کچھ  
اوپنے مالسوں پر بڑھا تے ہوتے لستی میں داخل ہوا۔ ” ہمارا لو  
بول رہے تھے اُسی میں اتنی ہمت نہیں بھی کہ وہ کھر سے مار نکل سکتا  
بھی اپنے سکاؤں کے صحنوں سے اُدھے اوپنے اوپنے مالسوں پر اپنے  
سرداروں کے سرد پھر تھے تھے اور باسر ضحاکات کے سطحی بھر آدی  
اس طرح پیشہ پھر رہے تھے بیٹیوں کو کوئی ہمت طریقے ووجہی  
میں کھس آئی ہوا۔

لڑکا ایک سے پیروں سے چھٹی ہونی بھی اور جانتی بھی کہ  
اگر اس نے دراصلی بھی ڈھیل دی تو ایک رانفل سینیوال کر  
باہر نکل جائے گا! ”

” اُو .. ماں .. میں تیرے ناٹھ بھوڑتا ہوں .. مجھے چھوڑ دیے  
کیا تو بھری ہو گئی ہے کیا تو سنتی نہیں کر دہ جو سخوارکتوں کی طرح  
بھونختے بھر دیے ہیں! کیا اُنہی ہو گئی ہے کیا تو خان  
کا سر بالی پر نہیں دیکھا! ماں مجھے حلے دے .. خان میرا استاد تھا!  
میں اُن ضحاک کا ناک دوشت کلماک کے خارش زادہ کتوں کو کلماذ  
گا .. ماں .. جانے دے .. نہیں .. خان .. ”  
” نہیں .. میرے لال .. تو کلماک ہے .. نہیں ..  
میرے بچے ایں تھے درندہ نہیں نئے دون گی تو کلماکی ہے تھو  
پر فرستوں کا سایہ ہے اُنہیں تو خون نہیں جھاتے گا میرے لال .. ”  
” ہٹ جاؤ .. نا .. میری رکاؤں میں جنگل کریاں نہہ رہی  
میں اُداہ ماں کو دھیل کر بیند در دانے کی طرف بڑھا ابھر  
اُور چھڑا اُس کی ماں نے اُسے طنز آمیر باد غادی! وہ جسے کوئی  
کلماکی نہیں برداشت کر سکتا تھا! ”  
” اُس نے کہا تھا! ” اگر تو باہر بجا تے تو میرا خون اپنی جوڑو کی  
جھبیلوں میں ڈال کر پیسے اے! ”  
” ماں .. وہ جلت پھاٹ کر چیما! اور گھستوں اکے بل زمین پڑا  
گر گیا! ”  
” چوڑیاں ڈال دے میرے ناٹھوں میں یہ وہ جیعتاہ! اُسی  
روماں باندھ دے میرے شرپر! تو نے میرے پیزوں میں اپریاں

انتہے میں صنماک کا ایک آدمی اکٹھا ہوا لذک میں داچل ہوا اور  
میرکڑک کی اپنی چوکی کے تریب کھڑا ہو کر ہجھنی ہوتی سی آنکھوں نے  
ہاتھ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لینے لگا ابیر انہیں لوگوں میں سے  
تمہارا بونصماک کے ساتھ سرخان میسے آئے تھے اور کملائیوں کو آپنا  
رخانہ زادہ سمجھتے تھے اکملائی کو دیکھ کر تم گئے تھے اور میرکڑک کی کھڑا  
ہو گیا تھا ।

”خوبش آمیدی خان“ اے وہ دلوں ہاتھ پھیلا کر کہہ رکھتا ہا ”خوبشیب کا جنم تھا میرے کڑک میں آپسے“ اے اے دیگر میری سمجھ میں نہیں

امید ہے میرہ بھان می سڑج خاطر لزوں ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰  
”بجواس مت کرد!“ وہ با تھا اٹھا کر پرانا منہ بناتے ہوئے  
بولایا۔ کان زکھاڑاں میں ایزرج کو ان ہے ہیں!“ ایزرج کی  
لٹکائیں جسے ایزرج بنت۔ وہ ہے!“ میر کرک نے ایزرج کی

ایرج اپنی تجھے بہلے بغیر اپنی آواز یعنی بولان "کیا تمیں کسی گدھی،  
تھے ختم دیا تھا، جو تو آدمیوں کی طرح کھستی گو نہیں کر سکتا اس" پڑھا  
"ایرج اے۔ ایرج اے" اُس کے کئی ہمسر و غفرانہ ہی آواز  
میں پڑلتے۔

جھکڑے آہستہ آہستہ ایزینگ کی طرف بڑھ رہا تھا ایسا معلوم ہوا کہ  
تھا، جسے اُن کی پلکیں کبھی جھکتی رہی نہ ہوں اسی وجہ سے  
”رم... رم...“ خان اور پچھے ہے ناٹھکھے ہے  
کرکٹ کرکٹ کرایا انگریز اسکی کے خوشخبر آدمی دنے حصے سے کہا

جو وہ اُسی طرح آئیتے آہستا ایرج کی طرف طریقہ رہا۔ پھر ایرج بھی پلکیں جھپکتا ہے لغیر اُسن کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ فجھاں کے آدمی نے اُس پر چلا گئے لگائی، لیکن لوگوں نے

اس کا خجھ نہر میں پیورست ہوتے دیکھا۔  
ماریچ سجلی کی اسرعوت نے اُنھیں تھا اُس نے ایک کرسی اٹھا  
کر صفاک کے آدمی کی کمر پر سیدھا کر دی ایسا سب کچھ اپنی جلدی ہوا  
کہ اُسے سنجھنے کا موقع ہی نمل سکا لیکن پھر بھی وہ بڑی پھر تی سے  
سیدھا ہو گیا ایسے اڑا بات ہے کہ ایرج نے اُس سے دوبارہ خجھ سپھلنے  
دیا ہوا۔ اُس کے تھیرتے پر پڑتے والا گھونسہ اُسے دوڑ لئے گیا۔  
اُن بارہ صدر دروازے کے قریب گرا تھا! پھر لاٹکتا ہوا خدا  
در دروازے سے جھی گز رکیا۔ اُس کے بعد کرکٹ کے گاہکوں نے  
اُسے ایک طرف بھاگتے دیکھا اسے شایری نہست کی ہی ہی جس نے  
اُس سے دوبارہ ایرج پر حملہ کرنے سے روکا تھا۔  
میرکرک ایرج کی طرف بھیٹتا ہوا بولا۔ «یہ تم نے کیا کیا  
بھٹ پڑا کیا ایرج!»  
کاہک ایک ایک کر کے کھکنے لگے! وہ اور دوسرے بند آہستہ  
آہستہ جاتے تھے اور دروازے کے باہر قدم رکھتے ہی بے تحریر  
مختلف سروں میں بھاگتے ہوئے نظر آتے ایک  
دیکھتے ہی دیکھتے کرکٹ خالی ہو گیا۔  
«پلو۔ انکلو۔ جلدی کرو۔ لے جاؤ» میرکرک نے ایرج سے  
کہا۔ جو اُس کے سامنے چاہو شکھ رکھا تھا اسی پر دیکھا۔  
«نیماں سے نکل جاؤں گا بابا۔» ایرج بولا۔ «لیکن یہاں مکن۔

بے کہ باہر ٹھکر کر اُس چڑھے کے آدمیوں کا انتشار نہ کر دو۔  
”تم پاگل ہو گے ہو!“ میرکرک نے کہا اور اُسے دھکیتا ہوا باہر  
لیا۔ صدر دروازہ منڈر کے قتل کیا اور ایرج کا ٹھکر پکڑ کر  
بکھنے لگا۔ کہاں ہے لیماں۔ مکن یا اللہ! اسے اڑا کر  
چلا ایرج! بخدا کے نتے۔ اُنکی زینتوں میں تمیں بھت پڑا  
کرتا ہوں۔ اس نے کہا۔ «ضحاک درندہ ہے ایسے الہ کیا میں  
شیوں بھی شکاری ہوں بایا۔ ایرج اپنا ٹھکر پھر اتا ہوا بولا!

”میں نے جی آج تک بیخوں پر گولی نہیں چلائی درندوں ہی کا  
شکار کرنا رہا ہوں!“  
سڑکوں پر کہ انہوں میں یا لوگی اور عوف کی جگلیاں لفڑیں اے۔  
ایسا معلوم ہوا رہتا جیسے وہ ایرج کو ایمان نہیں ہیں نہ پھوٹنا چاہتا ہو اور  
اپنی جان بچانے کی بھی نشکر ہو۔  
بالآخر اُس نے کہا۔ ایجا۔ میم۔ میں تر جا رہا ہوں۔  
”تم نہ جاتے تو یہیں تمہیں زبردشتی نہیں ہے ہٹا دیتا۔“ ایرج تے  
کہا۔ تم بڑھے ہوئے تمہیں ہمگامی کے دور رہنا چاہیے۔  
اور میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ بزرگوں کا سایہ ہماسے سروں سے  
اٹھ جاتے۔  
میرکرک بھیٹنے ہوئے انداز میں دیاں تے کھکت کیا۔  
”لے جاؤ۔“

”خان کی اسکا تویرے کے ساتھ چلا آیا تویرے کی حکام کا نہیں۔ میں تو اُن کا  
امتحان کر رہا ہوں۔“  
کی ادیبوں نے تحریر دہ سی ادازیں لکائیں۔ اور ضحاک نے  
لپھر تقدیر لکھا۔  
لہجہ اگر وہ نہ آیا تویرے کے بیدتیتی ہے۔ یہ اور ہری جال ہے  
گدھو!“  
”خان کی عقل کوون پاسکنا ہے۔“ کسی نے کہا۔  
داٹنے میں وہ ادمی بھی بجال تباہ دیاں آپھیا، جو ایرج کو لانے کیلئے  
بھیجا گیا تھا۔ اُس کی بیشانی پر یمنا شادرم ہر ایک کو صفات نظر آگیا  
اور ضحاک نے دیاں پروردہ کے ہاتھ مار کر تقدیر لکھایا۔ اسی نے  
”خخ... خان!...“ خنگ ہرکلایا۔ اُس کے پذرہ بین  
ادمی مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے ای!“  
یک بیک شماں کی منی بڑی خوناک غراہٹ میں تبدیل ہو گئی  
او خذیرے اولد العظام۔ تو جھوٹا ہے۔ پورے مکاں  
میں کون ایسا ہے جو تویرے کسی ادمی پر ناخدا ہٹا سکے۔ ایسا اٹھے  
ایک کے۔ اور اُسی ایک نے تیزی یہ درگت بنانی ہے۔ اُنہنگ  
اویسے سترے۔ اب تویرے میں تیزی ہی طیاں چوئے۔  
جو ٹھاے۔ کرک میں تالا پڑ گیا ہوگا۔ لیکن ایرج فریں ہو گا  
تویرے بُس بات کی قسم جو اپنے دشمنوں کی کھوپڑیوں میں تیمال

وہ نہنگ کے ساتھ چلا آیا تویرے کی حکام کا نہیں۔ میں تو اُن کا  
امتحان کر رہا ہوں۔“  
کی ادیبوں نے تحریر دہ سی ادازیں لکائیں۔ اور ضحاک نے  
لپھر تقدیر لکھا۔  
لہجہ اگر وہ نہ آیا تویرے کے بیدتیتی ہے۔ یہ اور ہری جال ہے  
گدھو!“  
”خان کی عقل کوون پاسکنا ہے۔“ کسی نے کہا۔  
داٹنے میں وہ ادمی بھی بجال تباہ دیاں آپھیا، جو ایرج کو لانے کیلئے  
بھیجا گیا تھا۔ اُس کی بیشانی پر یمنا شادرم ہر ایک کو صفات نظر آگیا  
اور ضحاک نے دیاں پروردہ کے ہاتھ مار کر تقدیر لکھایا۔ اسی نے  
”خخ... خان!...“ خنگ ہرکلایا۔ اُس کے پذرہ بین  
ادمی مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے ای!“  
یک بیک شماں کی منی بڑی خوناک غراہٹ میں تبدیل ہو گئی  
او خذیرے اولد العظام۔ تو جھوٹا ہے۔ پورے مکاں  
میں کون ایسا ہے جو تویرے کسی ادمی پر ناخدا ہٹا سکے۔ ایسا اٹھے  
ایک کے۔ اور اُسی ایک نے تیزی یہ درگت بنانی ہے۔ اُنہنگ  
اویسے سترے۔ اب تویرے میں تیزی ہی جانیں۔  
چھوٹا ہے۔ کرک میں تالا پڑ گیا ہوگا۔ لیکن ایرج فریں ہو گا  
تویرے بُس بات کی قسم جو اپنے دشمنوں کی کھوپڑیوں میں تیمال

اُوہ — خان بزرگ خان بزرگ کی اوازیں آئیں۔ خان بزرگ کے خواستش رہوں اپنے اس سے نہیں جانتے۔ لگ کر کسی نے فرمی کہ اس سبک میرا پیغام پہنچایا ہوتا تو وہ ضرور چلا آتا۔ میں کہہ پکاروں کری عرف ایک امتحان تھا اسے مجھے وہ کسی کہا کی کلاظفیر نہیں پہلوم  
یونا ایک امتحان تھا اسے مجھے وہ کسی کہا کی کلاظفیر نہیں پہلوم

(۳) اسی طبقہ میں اپنے بھائیوں کا  
بزرگوں پرے زال نے ایران کے تربیت پختگ کرنے سے بڑے ادب سے  
دستکام کیا ہے۔ میں لفاظ اور این اصطلاحات کی وجہ سے ایران کا  
مذہب ایسا میں بھی بزرگوں کی بیدعت کرتا ہوں۔ اسی طبقہ میں اپنے  
بزرگوں پرے ابولا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ میں میں اسی طبقہ میں انتقام کے خبر پوچش  
نہ ہوں۔ میں اپنے بھائیوں کے بزرگوں کے مقابلے میں اسی طبقہ میں اپنے  
مالیہ خان کو بڑا افسوس ہے کہ نہنگ تم ہے بڑی طرح پیش آیا تھا۔

گرال نے مغموم بھی میں کما  
ایزج نے چار دن طرف تھیساں نظر دن سے ذیکھا اُم سے یقین  
نہیں تھا کہ کوئی سرخانی کسی کملائی تے شرافت کا برتاؤ کر سکے کیا ہونزہ ہو  
کوئی چال شہنے پا ملک ہے بوڑھا لے سے بالوں میں الجھا کر جمل آفروں  
کی طرف سے بے خبر رکھنا چاہتا ہوا!  
بوڑھا بھی کافی بھانا زیدہ تھا زدہ سمجھ گیا اور جلدی سے  
بولا۔ اس دہم میں نہ بڑھا اپھے لڑکے کے ضحاک تم پر دھوکے نے جمل کر لئے  
گا۔ وہ بھادر ہے افسوسنا درد ان کو بیماری کا درد ہے دیتا ہے، نواہ  
وہ اس کے زخمیہ غلام ہی کیوں نہ ہوں۔ اے راستہ اسے  
ہوں اے تو ایسے تم کیا کہنا یا اپنے ہوئے ہوئے اے ایزج نے کچھ سوچتے  
ہوئے یو جھا۔

دلم۔ بڑھنے نے منکر کا پیغام دہرا دیا۔ اس سے مل مکن ال  
پلکن جھنکتا ہیں۔ بیتی کے کسی تجربہ کا نینگ کو گلوایا ہوتا ہے۔ میں  
تو بالکل نکلتا ہوں۔ باتیں آنے والیں اس سے مل جائیں گے۔  
میرا کام تو صرف پیغام پہنچانا تھا۔ بڑھنے کا طالب ہے!  
اچھی بات ہے۔ میں چلوں کا۔ لیکن اسے بھی رکن لے۔ میری  
زندگی میں کوئی بھروسے میری را لفے۔ یا ریواور نہ لے۔ کے کام ایسا

کی بھگ خالی پڑی رہی تھی پیکن یعنی قشہ بیکھر کر وہ بھی اپنی جگہ پر جم گیا! اور اپنے گز پر ایرج کے استقبال کے لئے سر کے بل میں کھڑا ہو عالمیکی دربار میں کسی کے لئے خود سے بھگ خالی کر دینا شکر المیوں کی نبان کے خلاف تھا خواہ اس کے لئے سردار ہی سے حکم بیوں نہ طا ہو!

ایرج نے تیکھی قبروں سے مسا بیوں کا جائزہ لیتے ہوئے صحاک سے کہا۔ ”میں ناچبر کار ہوں۔ خان۔ نہیں جانتا کہ میرتے لئے کون سی بھگ مناسب رہے گی۔ میں اُن بھادر دل سے بھی اپنی طرح واقع نہیں ہوں!

صحاک نے بھی سکراک اپنے مسا بیوں کی عرف دیکھا اور سب سے زیادہ اکٹھی ہوتی گردن والے ایک صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”میری دالبیت میں وہ جگہ تمہارے لئے مناسب رہے گی!

صاحب نے تفہیم لکایا اور بولا۔ ”یہ جگہ تو میری عدم موجودگی میں بھی خالی ہی رہتی ہے خان۔ ” اب موجودگی میں خالی ہونے سے بچاؤ! ” ایرج نے سکراک شاذوں کو جنش دی!

صحاک اپنیں بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا!

ایرج نے صاحب کے گریان پر لادھ ڈال دیا! غشاں صاحب کے اٹھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی نبان پر پھٹکا رتا ہوا آدھے دھڑتے اور اٹھ گیا!

”میرا نیا ہے کتم غیر مشکن نہیں کے جاؤ گے“۔ ”جاؤ گے تو پھر چلو!“ میں جانتا ہوں کہ شکر ال کے کسی حصے کے لوگ بددہ نہیں ہوتے۔ اس نے دو نہیں بخی! اس نے ایرج اپنا گھوڑا صحاک کی قیام کاہی ساں سے دو نہیں بخی! اس نے ایرج اپنا گھوڑا کر کے اصلب ہی میں چھوڑ کر پیدل بروائے ہو گیا۔ وہ ابھیں میں تھا! آخر صحاک کیا چاہتا ہے؟ ”اُن بیانوں نے بالآخر وہ صحاک کے مفترستے دراز میں جا پہنچا! اس کے مسا بیوں نے اُنے کڑبے تیروں سے دیکھا اور دو آدمی غالباً اسے غیر ملک کر دینے کے لئے اٹھتے تھے!

”مہر دے!“ ایرج لاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ میں خان کے سامنے غیر مشکن کیا جاؤں گا!“ ”مھیک ہے!“ صحاک نے کہا۔ ”ایں کی میراث نہیں کوئی ایرج کے لئے اپنی بھگ خالی کر دے جا!“ اس طرح اس کا خاتمہ کر دینے کی ایک بائی گئی ہے! جملہ کون اُس کے لئے اپنی بھگ خالی کرنا...! گلکاک میں اس کا رذاج نہیں تھا لیکن شکر ال کی دوسری بیٹیوں میں یہی ہوتا تھا! پر وادوں کے لئے یا تو کہ طبے رہنا پڑتا تھا یا مسا بیوں میں سے کسی کی بھگ پر نزدیک تھی تھی، قبضہ کیا تھا تھا! اور ہمارا ہوا صاحب دم دیکھ رہا تھا! اسکے باسا تھا! ابھی بہت بُر ٹھیک نہیں زوال ہی

کر را تھا کہ لا توں ہی سے اُس کی بہت سرگرمی کر دے لے ۔۔۔ لیکن ایزج  
اُسے جھکوئے دے دے کہ خود کو پہاڑا رہا ہے ۔۔۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے اُسے باہر ھینک کر دروازہ بند کیا اور

”اب سرداراں نے بڑے دھنک کی طرف مٹا لی ہم بکھون کے تاثر  
گھنچے کر سکن گے ۔“

”تم نے یہت اچھا کیا؟“ ضحاک نے قاتمه لگایا ”آو۔ اب تمہارے لئے جگہ ہمی خانی ہر پنجھی ہے!“ آو۔ خوش آمدید ہے اب تو گلابکوں کو بیعنی آجانا چلتے ہے کہ میں نے اُن کے سردار کو دھوکے سے نہیں مارا۔ ما۔ تھا۔ اب اسی وقت کیا تم ہمارے رحم و کرم پر نہیں تھے، جب تمہاری پشت ہماری طرف نہیں کیا۔ کیا ایکسی گولی ہمارا منہ دیتا سے بھی پھیرنڈتی۔!

”یقتنا!“ ارجوں مسکرا یا۔ لیکن سردار ضحاک یہت سے آئی ہوئی

گولیوں کی پرداہ بھے نہیں ہوتی، البتہ اگر میرا سینہ چلی، تو جلتے نہیں  
مرتے مرتے تیہی سوچوں سا کر میرے باپ سے کبھی نہ کہی کوئی گدھاپن ضرور  
سرزد ہوا ہو گا!“

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا یورڈ کا کی چوک کے تریب آیا۔ مٹاک کے سارے مذاہب اُسے غصیلی اور کینہ تو ناظروں سے ریکھ رہے تھے ایک بے لب تھے! شکرانی روایات کے مطابق اس وقت

"میر کو کا ایڈ کا ہے یہ کیا ہے۔ اللہ ہبھتے ہیں، ممنک"

لیکن معاہب نے ایک نرستی اپنے صنکاں نے دوسرے  
مصادیبوں کو حکم دیا کہ وہ ایک طرف ہٹ جائیں اور انہیں اپنے

ایرج نے پھر موقع پا کر اسے پہلے بی طرف اٹھایا اور دیتے ہی اٹھائے ہوئے دروازے کی طرف چلنے لگا۔ وہ سب سامنے تھا۔ مرفید کا ہر ایک علق سے کسی بیکھرنے کے کی سی غرائز میں نسلک رہی تھیں اور وہ ایرج کے ہاتھوں پر تناہرا۔ پاریا کو شش

ایرج پر کسی دوسرے کا مدل اخلاق تاذن سمجھا جاتا۔۔۔ البتہ خود وہ شخص جس کی نشست پر قبضہ کیا گیا تھا، اُسے دھوکے سے اڑالنے، کاہی بیان تھا اب۔۔۔

ضحاک بیسے ہی اپنے سخت بر بیجا ان سبتوں سے بھی اپنی اپنی جگہ سبقاً تھی۔۔۔ ایرج یروں کا کی پہنچ پہنچ گیا تھا۔۔۔

”کلماک مجھے نفرت کیوں کرتے ہیں ایرج!“ ضحاک نے نرم لمحے میں پوچھا۔۔۔

”اُن کا زیال ہے کہ ہمارا خان دھوکے سے اڑا گیا تھا!“ ایرج نے بتایا کہ جواب دیا۔۔۔

”یہ غلط ہے!“ ضحاک نے کہا۔۔۔ یہ سیلیں یہاں پہنچری غلط چیزوں مشورہ ہیں اتم لوگوں کا خیال ہے کہ میں ایسے سرخانہ میں شر جیل سے شکست کھائی گئی اور یہاں جلا آیا تھا!۔۔۔

”لوگ یہی سمجھتے ہیں۔۔۔“

”غلط سمجھتے ہیں! شر جیل نے دھوکے نے میری اٹاک تینفعہ کر لیا تھا! میں اُن دلوں سرخانہ میں نہیں تھا اپنے چند تائیزوں سمت بھوری پہاڑیوں میں شکار کھیل رہا تھا!۔۔۔ اُس نے بہری عدم موجودگی میں سرخانہ پر صلک کیا اور قابض ہو گیا!۔۔۔ میں نے سنا تو پھر سرخانہ جانے کا ارادہ ہی ملتوی کر دیا! میں جانتا تھا کہ مخفی بھر کا دمیوں کے مقابلہ کرنے کا دوسرہ نام

خود کشی ہی ہرگز کا۔۔۔ اُس کے درستے سرخانہ کا کوئی خاڑش نہ ہے تاہم بھی میرا سامنہ نہ دیتا۔۔۔ ہمارا ازادہ تھا کہ ہم کراں اس کی طرف اٹک جائیں۔۔۔ لیکن راہ بھٹک کر ادھر نکل آتے۔۔۔ اُن دنوں ہمارا خان ابھی شکار کھیل رہا تھا!۔۔۔ اُس نے ہمیں خواہ نزاہ دکھا رکھنے لگا کہ... اس جنگل میں صرف وہی تھا کہ بیرون ملتا ہے۔۔۔

”خان کے کسی معاشر نے کہا ہے؟“ ایرج بولا۔۔۔ ”خان تو بہت نرم دل آدمی تھا۔۔۔“

”ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی معاشر ہی نہ ہو!“ ضحاک نے سرپاکر کہا۔۔۔ لیکن میرے مقابلے پر ہمارا خان ہی آیا تھا!۔۔۔ ہمارے درمیان علاویہ بیگ ہوئی تھی اور ہمارا خان ملا گیا تھا۔۔۔ وہرے میں خود بھی اسی کی طرح امن پسند آدمی ہوں!۔۔۔

ایرج کچھ نہ بولادے سوتھ رہا تاکہ آخر اسے یہاں ٹلب کرنے کا فساد کیا ہو سکتا تھا۔۔۔ نہ بات تو اُس کی بھی سمجھو ہیں آگئی تھی کہ وہ اسے دھوکے سے نہیں مارنا چاہتا تھا، ورنہ اُس وقت موقع تھا جب وہ میر دکا کو اٹھاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا!

ضحاک بھی خاڑش ہو گیا تھا۔۔۔ دفعہ اس نے چار دن طرف دیکھ کر کہا۔۔۔ اب تہ بیان سرفہ ایرج کی موجودگی پیش کر دوں گا۔۔۔

اُس کے سارے مساحب اٹھ گئے۔ ایک نے بڑھ کر دروازہ کھولا اور وہ سب ایک ایک کر کے پاہر نکل گئے۔ پر دکا کا کہیں پہنچا ہوا۔

ضحاک نے ایرج سے کہا۔ ”دروازہ بند کرو۔“

ایرج دروازہ بند کر کے پھر اس کی طرف پیٹ آیا۔

”مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔“ ضحاک نے آہستہ سے کہا۔

ایرج کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں سوال نہ تھا۔

”میں ایک امن پسند آدمی ہوں۔“ ضحاک نے کہا۔ ”خون عزراہ

پسند نہیں کرتا۔ اگر جا ہوں تو آج بھی سرخان کی اینٹ سے اینٹ

بجا سکتا ہوں۔ مکلاکی سراسا تقریباً تین تیکب یہی۔ شکر ان کی تین بستیاں

آج بھی میرے ایک اشارے پر قاتل پڑیں گی! لیکن اُسے پسند نہیں۔

کرتا کہ میرے باپ کی کھوپڑی شربیل کے پیر دن کے بچے ہے۔

میں نہیں سمجھا۔“ ایرج بولا۔

”اُس نے میرے باپ کی کھوپڑی قبر سے کھو نکالی ہے، اور

دریا بار میں اُس پر پیڑ کر بیٹھتا ہے۔“

”اوہ ہو۔ یہ توبڑی گھناؤنی بات ہے۔“ ایرج نے کہا۔

”ہم مکلاک تو دشمن کے مژوے کی بھی عزت کرتے ہیں۔“

”یعنی حال میرا بھی ہے!“ ضحاک نے بھنڈی نماش نے کہا کہا۔

”شاپیے میں بھی مکلاک ہی کی مٹی سے بنایا گیا تھا!“

ایرج ہنس پڑا اور بولا۔ ”خود ہی اپنے کو گھامی دے رہے ہو۔“ خان ضحاک۔

”یہ بات درندوں کے ملے گاتی ہو گی۔ میں تو مکلاکیوں ہی کی طرح امن پسند ہوں۔“

”تمگر تھمارے ساتھیوں نے تو مکلاکیوں پر زندگی تنگ کر رکھی ہے۔“

”اگر مجھے کوئی اطلاع مل جاتی ہے تو میں اپنے اس ساتھی کو سزا فرو۔“ دیتا ہوں جو خواہ مخواہ کسی کو پریشان کرتا ہے!“

ایرج پھر غاموش ہو گیا۔

”تم دلیر بھی ہو۔ اور عقلمند بھی۔ اگر تم چاہو تو میری مشکل آسان ہو سکتی ہے۔“

”وہ کیسے خان ضحاک۔“

”کسی طریقے سے باپ کی کھوپڑی شربیل کے قبضے سے نہ کان لاو۔“

”اوہ اُنہوں نے تھگ۔ میری اس شامی مجھے سرخان جائے کی اجازت نہ دے۔ کبھی نہیں جانے یا اس۔“

”اُس سے تبلکنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کہہ دذکر نال نے کر سرحد

پلے جا رہا ہوں۔ اور ہاں پہلے دعہ کر دکھنے کا نہ کرو، کسی سے بھی نہیں کر دے گے۔ اُت فڑھے تم خود سوپر کریمی کتنی بڑی توہین ہے۔ لگ مجھ پر نہیں گے۔

”بہادر دل کو دوسروں کی عزت کا بھی پاس ہوتا ہے“

”میں کسی سے بھی تذکرہ نہیں کر دیں گا۔“

”مجھے تم سے یہ امید تھی۔ پھر کیا محشری۔ کر دے گے میرا یہ کام!“

”مجھے ایک دن کی ولت دو۔ خان صحاک۔“

”اچھی بات ہے۔ لیکن میں نامید نہیں ہوں اتم جو کچھ کہو سکے۔ کر گند رو دے۔ اتنا تحریر کا کارتو میں بھی ہوں کر آدمی پہچان سکوں۔“

(۵)

ایرج نے فیصلہ کر لیا کہ وہ خان صحاک کی مدد کرنے گا۔ لیکن اُس نے اپنی ماں سے نہیں بتایا۔ کسی سے بھی تذکرہ نہیں کیا اماں سے یعنی کھاکر وہ سرفض پار جا رہا ہے۔ اور اس بار معقول سعادت نہ پہنچ سکی دوسرا بے کے لئے تجارت کرے گا، جو اپنے ال سیست کملک اور

کاغان کی سرحد پر اس کا منتظر ہے۔

لیکن وہ تنہا بھی نہیں جانا چاہتا ہے۔ صحاک نے پہلے ہی اسے واضح کر دیا تھا کہ وہ کوئی اپنا آڈی اُس کے لئے نہ نہیں کر سکتا گا! ایکو نہ اس طرح سرخان میں اُس کا داخلہ نامنکن بھی بن سکتا ہے۔

بالآخر ایرج کو اپنا اکٹھا دوست عقرب یاد آیا۔ وہ ایک میջلا ہنسٹر اور بے جگہ فوجان تھا! ایرج کو توقع تھی کہ وہ اس کے ساتھ سفر کرنے پر آمادہ ہو جاتے گا۔ لیکن وہ بھی جانتا تھا کہ ایرج کی ماں سرخان کے نام ہی سے بھر کتی ہے!

ایرج نے سوچا کہ وہنی الحال اُس سے بھی جھوٹ ہی بولنے کا... چاہے کملک کی سرحد نے نکل جانے کے بعد خیشست ہی کپوں نے ظاہر کر دے تے۔ خود عقرب تو سرخان کے چھپے پہنچنے والے تھے۔

وہ اپنی اس تدبیر کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب بھی ہو گیا! عقرب اُس کے ساتھ ہو لیا تھا اور ان کے گھوڑے لئی کوئی بچے چھوڑتے جا رہے تھے۔

جب وہ کملک کی حدود سے نکل گئے تو ایرج نے کہا اہم کاغان نہیں جا رہے۔

”میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم جوزد کی تلاش میں ہو اور یہاں تی بڑھا کو خواہ نخواہ کسی بڑی تجارت کی کمائی نہ رہے ہو را۔“

"او۔ عقرب! بھوٹ نہیں! میں صرف ترخان دیکھنا چاہتا ہوں  
مگر پتہ نہیں کیوں وہ مجھے سرخان کا نام جی نہیں لینے دیتے۔!"  
وہ حادثی ہے کہ سرخانی لوگوں پورے صوبوں کا مضمون اُراقی میں الہار  
انہیں چڑانے کے لئے اس طرح زیادے چجانی ہیں جیسے منی میں راحت  
سی نہ ہوں۔"

"چپ رہو! اُنکوں کی یاد نہ کرو۔ مجھے احمد ہری ہے!"  
الگوں چھوٹے شزادے۔

"لبس یہ بات آگے نہ رکھا۔"

"مگر ہمارے گھوٹے تو پڑھے ہی جائیں گے۔ اکیا مندولی کی  
سرستے میں ھٹرنے کا رادھے یا کسی غار میں رات لکر ہے۔!"  
غار میں کیوں۔" ایرج نے اکڑ کر کہا۔ "مرا خیلا کاں بخون  
سے چرا ہوا ہے۔"

یکاں مکیاں چاہتے کے سفوت سے نایا جاتی تھیں۔ شکر  
کے گارھے قدم میں سفوت گو معا جاتا ہوا اور مکیاں شاکر خشک  
کر لی جاتی تھیں، پھر چھوٹی موٹی فریداریوں میں یہی مکیاں سکوں کی طرح  
اچلتی تھیں۔

چاہتے آسانی سے نہیں ماسل ہوتی تھی۔ اس کے لئے شکر الیوں  
کو پڑھے پا پڑھنے پڑتے تھے۔ اسی پلٹے یہ سب سے زیادہ  
تمتی چیز سمجھی جاتی تھی! تمال تو سب ہی پلٹے تھے۔ لیکن

چاہتے ہر ایک نکتے بن کاڑوگ نہیں تھی۔! اسی پلٹے  
تب تو تم پڑھے اچھے آدمی ہو! عقرب نے کہا۔  
منڈولی کی سرستے سرخانی کی خدا نہیں داقع تھی! سو سرخ غزوہ  
ہوتے ہوتے وہ دیاں پہنچ گئے۔ یہ بڑی پُر نشا جگھ تھی۔ چاہوں  
طرف پیری پیری پہاڑیاں بھکری ہوئی تھیں جن کے درمیان اس چھوٹی  
سی بستی کی پہلی پہلی ہی لگتی تھی جیسے کوئی شرست شیرخوار پر پلانے  
میں پڑا تلقاً یا ان بارہا ہو۔

سماں یہ بستی ہی مندولی کی سرستے یک نام سے شہر تھی! صرف "مندولی"  
کوئی بھی نہیں کہتا تھا۔ لارڈ اسٹافورد نے اس کو اپنے  
اُن کے گھوٹے سرستے کے ملازمتے تھا۔ افرودہ اندھے رچے آئے  
۔ لازم تھے باہر ہی معلوم ہو چکا تھا کہ کی بقیر خالی ہیں، انہیں ذرہ  
ابرازی بھی تکلیف نہیں ہوگی! اس کو اس کا انتہا ہے۔

انہیں بڑی پہلی بیل نظر آئی۔ جاہاں طرف تمال کے دور جان  
رسہے تھے! اسراستے کا اک جرایک بخاری چکر آدمی تھا اُن کے استقبال  
کے لئے بڑھا ایک قریب پہنچ کر اس کا جوش چند پڑ گیا! اکیوں کھر  
وہ دونوں وضع قطع کے اعتبار سے بیشتر کملکی ہزاروں میں پہنچنے  
جا سکتے تھے۔

"جی ہاں!" مالک نے ہنے دل سے کہا۔ "ہم گاہکوں کو بہت آرام  
پہنچاتے ہیں لیکن بستروں کی جو تین ہماری طرح عالمہ نہیں ہیں۔"

اے۔ ”ہے تو شاندار اڑ عقرب آہستہ نے طبرایا۔“ مگر تیرنی نہ کونا کون  
چھنے چھوادے گی۔“  
”کیا بخاتا ہے؟“ ایرج نے کہا جواب دوسری طرف دیکھ رہا  
تھا!۔

دوسری طرف ایک دروازے میں داخل ہو کر نظر فری سے او جھل ہو گیا!  
ان دونوں کی میز پر تمہارے مرتبان نہ کھو دیتے گئے۔“ مرتبان  
پھر کے ہوتے رہے اور ایک چھوٹے سے دو نگہنے تمہارے نکالی،  
جاتی ہتھی! دھات کے وزنی گلاس پینے کے لئے ہوتے رہے تھے۔“  
اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تو ٹولیں یا شیشے کے گلاس اور ان زیاب  
تھے! بات دراصل یہ تھی کہ سراوون میں اکثر وابستہ، وہیں وصیت نہیں  
ہوتے لگتا تھا لہذا شیشے کے گلاس اور ٹولیں کہتے دن کی ہوتیں ایسا۔  
انہوں نے رات سکون سے گزاری۔ ایزخ دن چڑھنے  
کے سورتا رہا۔“ میں اپنا اٹھا تو عقرب کو سرخانیوں کے مخصوص بس  
میں دیکھ کر لوکھلا گیا! اور چھترے کے جیکٹ اور ٹانگوں جستے کے  
ہوتے چھٹت آپا جامے میں تھا اب سرپر طرف بالوں والی لوپی بھی اور  
ملائکوں کا لباس ڈھیلا ڈھالا ہوتا تھا اب جیکٹ اکن بتاوا لاط پہنچی  
سرخانی جیکٹوں سے مختلف ہوتی ہتھی اور وہ بڑے شالوں والی لوپی کی  
بجائے چھڑے کی خود نما لوپی استعمال کرتے تھے۔“

اڑے اس طرح کیوں آنکھیں چاقا رہے ہیں یا اس عقرب

عقرب بغل میں دب ہے کہل کی طرف اشارہ کرتے بنجینے گی تے بولا۔  
”پردہ نہ کرو۔“ ہم اپنی بھریں بھی ساختہ لائے ہیں،“ اس طرف تھاری  
بھریں کامل ہو جانے سے محفوظ ہیں گی۔“  
مالک نے دامتِ نکال دیتے۔“ اور ایک غالی میز کی طرف  
اشارہ کرتا ہوا بولا۔“ ایپت تھاں اپنیے! میں بستر ٹھیک کر راجئے فردا  
تھوں۔“  
انہوں نے بیٹھے وقت اپنے کبل پیروں کے پاس ڈال دیتے۔  
اور عقرب نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔“ اگر تھاری  
کالی مکان سرخانی بس فریدون میں کام آئیں تو زیادہ ہنزہ ہو گا۔  
درستہ جانتے ہو ہم بخوبی کر رہے جائیں گے! اپنے نہیں کس بات میں ہم ان  
ہوروں سے کم نہیں!“ جو ایک لڑکی تو نظر آئی۔“

ایرج نے بھی ادھر نظر دوڑاں جس طرف عقرب نے اشارہ کیا تھا!  
ایک لڑکی سرارتے میں داخل ہو رہی تھی جس کے پیچے دوسرا زمانہ مالان  
انجھاتے چل رہے تھے! ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکی کے ملازم رہے ہوں...  
لڑکی بس اور چال وصال سے معزز معلوم ہوتی تھی ایک  
ذوقنا سرارتے گا مالک جسپیٹ کر اس کی طرف بڑھا اور قریب پر پہنچ کر  
انا جھکا جیسے آب سجدے ہی میں گر جاتے گا! اور پھر وہ اس کے ساتھ  
ساتھ چلنے لگا! اب اینہن نکلے پڑ رہے تھے! ایسا لگتا تھا جیسے وہ  
گھکھیا رہے ہیں جاری ہوا!

نے نہیں کر کہا۔ ”تیری کالی مکیاں محفوظ ہیں! میں بھی کوئی آیا مغلیں نہیں! تمہارا جوڑا وہ رہا!“

میں اُبھن نے کمرے کے ایک گوشے میں پڑی ہوئی چوکی کی طرف اشارہ کیا تھا!۔

”میکر، میکر، میکر!“ ایرج کچھ سوتھا ہوا بولا۔ ”اوہ... اُم، میں یہ

نفرت انگریز لباس ہرگز نہیں پہنوں گا! مجھے میری کھال ہی میں رہنے دوں یا نہ۔ کیا تم خود کو اتنا تھیر بھھتے ہو کر تمیں سرخانیوں میں سرخانی ہی بننا پڑتے؟“

”یہ فیروز ما رکھا دے میرے شیرا!“ عقرب سر ملاکر بولا۔ ”میں لوٹری بن کر زندہ رہنا زیادہ اچھا سمجھتا ہوں اس امھو۔“ اور چپ چاپ یہ لباس پہن لو۔“ درڑتہ تماشہ بن جاؤ گے! قبل اس کے کہ تم سرخان کی سرکرد سرخانی متھاری ہی سیرکر کے رکھوں گے۔

سرخانی کے ماتھ کو میں نے ڈھکے چھپے الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تم سرخانی ہی ہیں اور ایک خاص مقصد کے تحت اب تک مکلاکیوں کے بھیں میں سفر کرتے رہے تھے۔ اگر میں یہ تدیری نہ کرتا تو جانتے ہو ہمیں ناشستہ میں کیا تما!۔ پیارے کے چھکے شور بردار

۔۔۔ چلو شابش اٹھو اور آب ایسی نفرت انگریز لباس میں آ جاؤ اور نہ سرخانی بچے ہمارے پچھے تالیاں سمجھائے پھر پی گے۔ آوازے کیں گے۔ میں تو نیز نہیں کر طالیاں خارج کیں گا۔“ مکرم

اکڑو خان آپنی بولیاں خود ہی نوچو گے۔ ”بھا۔۔۔ نالا۔۔۔“

پھر ایرج نے طوافاً کہا۔ سرخانیوں کا لباس پہنا تھا!

اڑیاں بھی کے دلت دھوپ کی تیارات کرنی صحت بڑھ گئی تھی اجلد ہی وہ مندوں کی پہاڑیوں کو پہچھے چھوڑ گئے۔

کھوڑوں کی رفتار تیر نہیں تھی!۔۔۔

مدد ایرج سوچ ریا تھا کہ عقرب کو ہمراز ایسا کے یا اس بنائے

ضحاک کے بات کی ہوڑی اسے ہر جاں میں حاصل کرنی تھی وہ اس کا بھی معرفت تھا کہ عقرب خود اس سے کمیں زیادہ عقلمند ہے۔

لیکن ضحاک کا نام بن کر وہ بھڑک جاتا!۔۔۔ مکلاکی ضحاک سے غالباً

ضرور ہے لیکن اُن میں سے کسی کو بھی موقع مل جاتا تو وہ ضحاک کو زندہ نہ

چھوڑتا ہے جا یہ کسی معاملے میں اس کی مدد کرنا!۔۔۔

ایرج بسو چڑا لیں ایک عقرب پے اس کا تذکرہ کرنے کی ہمیشہ

پڑی ایضحاک سے اس لے پڑے۔ میں سرخانیوں وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اس کی

مدد کرنے کا، ورنہ وہ خود بھی اسے ایک کندہ سوڑ سمجھنا تھا اور شاید

موقع ملنے پر اس کا جون بھائے سے دریغ نہ کرنا۔۔۔

کھوڑوں سی طاپیں سدھلائی زمین پر رجھ رہی تھیں۔۔۔ عقرب

آہستہ آہستہ اپنے کھوڑے کی لگام دھیلی کر تا جا رہا تھا!۔۔۔

”کھوڑوں کو تھکانے سے کیا نامہ؟“ ایرج نے اسے کہا۔۔۔

”آرام سے چلو!“

"ہاتے۔ آرام کہاں۔ آرام تودہ لے گئی۔ میکھ میر انہیں تمہارا..."

"کون؟۔ کیا کب رہے ہو۔!"

"وہ کل شام والی لڑکی یاد ہے نا۔ ہم سے کچھ دیر پہلے وہ بھی اسی راستے سے گزری ہو گی!۔ کسی بڑے گھر انے کی معلوم سوتی تھی۔ دس سوچ ملائم ساختھ تھے با۔"

ایرج کچھ نہ بولا۔ لڑکیاں اس کی بھی کمزوری تھیں۔۔۔ کس کی نہیں ہوتیں۔۔۔ لیکن وہ عقرب کی طرح بے لگام نہیں تھا!۔۔۔ لوگوں کا تذکرہ کرتے وقت اس کی زبان لکھنٹراتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی غرم سرزد ہو رہا ہو۔۔۔

وہ خاموشی سے عقرب کی بخوبی شناختا ہے جس نے اب شاعری شروع کر دی تھی!۔۔۔

یک بیک مختلف سنت سے ایک گھوڑا اسی طرف آتا ہوا نظر ڈلا۔۔۔ اس کی لپٹت خالی تھی اور دور نے کا انداز لیا ہی تھا جیسے کہیں سے جان سچاکر بھاگا ہو! انہوں نے اپنے گھوڑے ایک طرف کرتے اور وہ ان کے برابر نے کھلا چلا گیا۔۔۔

سوار کو پھینک کر بھاگتے شاید!۔۔۔ ایرج نے کہا اور گھوڑے کو ایڑ لکھتا ہوا بولا۔۔۔ چلو دیکھیں یجا پراندہ بھی۔۔۔ یہ یامر گیا!۔۔۔

اب ان کے گھوڑے تیزی سے درونے لے گئے تھے۔۔۔

کچھ دبور چل کر چھڑ دیا ہی دوسرا غالی گھوڑا دھکائی دیا، جو دسری۔۔۔

ست جما گا خارہ تھا۔

اور چھروہ اُس جگہ جا پہنچے جہاں سات لاشیں خون میں لھٹری پڑی تھیں۔۔۔

"اے۔۔۔ اے" عقرب تقریباً پیخ پڑا۔۔۔ یہ تو نے یہ تو وہی ہیں جو اُس لڑکی کے ساختھ تھے!۔۔۔ منگر۔۔۔

وہ خاموش ہو کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔۔۔ نکھر لڑکی کی گھرڑا کھڑا کیا گئی!۔۔۔ اوہ ٹھہر دیا۔۔۔ ہاں۔۔۔ یہ آوازیں۔۔۔ میکھ یہ تو ادھر سے آ رہی ہیں۔۔۔

"مرنے والوں کے گھوڑے نہ ہوں" ایرج نے کہا۔۔۔

"نہیں ان میں پہنیوں کی گھر گھرا ہٹ بھی شامل ہے اے۔۔۔ پھر خوز سے منو!۔۔۔

ایرج چند لمحے خاموش رہا، پھر سر ٹاکر بولا۔۔۔ ہاں یہ پہنیوں ہی کی آواز سے۔۔۔ میکھ راستہ۔۔۔

عقرب اپنا گھوڑا آگئے بڑھا لے گیا!۔۔۔ کچھ دبور چل کر مٹا، تا انہی گھوڑا بھی رک گیا اور اُس نے بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر کہا "یہ رہ راستہ ہے۔۔۔"

ایرج نے بھی اپنا گھوڑا بڑھایا۔۔۔

وہ ایک آٹھ یا دس سو چوتھوڑے دترے کے سامنے کھڑے تھے۔۔۔

”گاڑی ادھر ہی گئی ہے ۔۔۔ !“ عقرب نے گھوڑے کی رشتے سے چھک کر نچے دیکھتے ہوتے کہا ” یہ دیکھو جس نیچے گھلے کے زیر کے پڑھکرے ۔۔۔ یہاں پڑے ہیں ۔۔۔ لڑکی نبڑ دستی کے جائی کی ہے ۔۔۔“

ایرج نے اپنا گھوڑا درسے میں ڈال دیا ! اور عقرب ہاتھ اٹھا کر جخاں ”اواکڑ و خان ذرا سبھل کے ۔۔۔ میں آ رہا ہوں ۔۔۔“ مھڑد : ۔۔۔ بیر سرخان کی سکاری سکھانے والی آب و ہوا کا علاقہ ہے ۔۔۔“

گھوڑوں کی طاپوں سے درہ گوشمارا ! ۔۔۔ ایرج آگے بھکا پڑ رہا تھا ! اس کے گھوڑے کی رفتار بہت تیز تھی ۔۔۔ عقرب اس سے کافی پیچے رہ گیا تھا، لیکن کوشش کر رہا تھا کہ وہ بھی اس کے قریب پہنچ جائے !

چھدیر بعد انہیں گھوڑا گاڑی دکھانی دی جو بڑی تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی ! ایسا معلوم ہوتا تھا ہیسے آب الٹی اور قب الٹی ۔۔۔ شاید گھوڑوں پر متواہر پاپک برسائے جا رہے تھے سیک سیک ایرج نے اپنا ریلوائز کالا، غالباً بھاگنے والوں کو متوجہ کرنے کے لئے ہو رائی ناٹک رہا چاہتا تھا ۔۔۔

”مھڑد !“ عقرب چخا ” احمد بن بنجاح ۔۔۔“ تیکا ۔۔۔ لیکن اس نے فاتر کر رہی دیا ! ۔۔۔ پھر گاڑی سے ایک فاتر ہوا ۔۔۔

ادھر عقرب ایرج کو بُرا جھلا کشنا لگا ! ایرج کا نہ ہے تھے رالفن اتنا رہا تھا ۔۔۔

”اوہ ۔۔۔ لڑکتے کے پختجے !“ عقرب داشت پیس کر چینا امیری بھی تو سُندا !“

اتنے میں ایرج نے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی اور گاڑی پر فاٹر کیا ! اس کا گھوڑا آب بھی دوڑ رہا تھا لیکن رفتار کسی تدریک پختجے ! گاڑی سے بیچن سناق دینے لگیں اور یہ کسی عورت ہی کی پیشیں ہو سکتی تھیں !

گاڑی سے پھر کتنی فاتر ہوتے ۔۔۔ اس کی رفتار آب کافی

۔۔۔ سنبھلو یا !“ عقرب اپنے گھوڑے کی لگام کھینچتا ہوا جخا ! ادھر ایرج نے اپنے گھوڑے سے چلانگ کا گاڑی ۔۔۔ گاڑی سے بھی دو آدمی کو دشے اور انہوں نے زین پر پہنچتے ہی اون کی طرف فاتر کئے !

۔۔۔ گھوڑے کو اسجا و ملے ۔۔۔ عقرب پھر چینا اور اپنے گھوڑے کو

بایس جانب کی دراڑ میں لیتا چلایا بادلے ۔۔۔

۔۔۔ ایرج ایک بڑے پھر کی اوٹ میں پولزیشن نے چکا تھا اگاڑی ۔۔۔ سنے کو دنے والوں نے پھر فاتر کئے، لیکن گاڑی تو بہر جان آب بھی آگے ہی بڑھتی جا رہی تھی ۔۔۔ وہ لوگ اشاید صرف انہیں روکنے کے لئے

گاڑی سے کوڈے تھے اور یعنی ایک بچان کی اڈٹ ہی میں تھے اب تھے اور جنگل کا طبقہ اس کا طبقہ تھا اور میکونکے گاڑی تو آگے نکلی جا رہی تھی اس کا گھوڑا جہاں ورکا تھا۔ وہیں کھڑا دوستیان جھاؤتا رہا ابھی کبھی پچھلی طانگوں پر بھی کھڑا ہو کر غصیلی آوازیں نکالتا رہا میکن وہ بگریں گے زد پر نہیں تھا، قسم سے یار ڈالنے کے لئے ان لوگوں کو اڈٹ بننے نکلا ڈلتا ہے۔

دوسری طرف سے فاتر ہوتے رہے۔ لیکن اب اُن کے اپنی انگلی طریقے پر دک لی تھی اگر گھوڑا شور نہ مجا رہا ہوتا تو وہ انہیں اڈٹ سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا۔ کچھ دیر بعد دوسری طرف سے بھی فائزگر دک لگتی بغاٹتا اب دو لوگ بھی اُب سے دھوکا دینا چاہتے تھے۔ اب ٹھیک اُسی وقت گھوڑا بھی غامبوش ہو گیا! ایرج نے زمین پر کھنیاں میکت کر سرا جھارا، اسے دلوں بھکے ہوئے بیچھے ہٹ رہے تھے! مقصود غالباً بھی تھا کہ اُسے دھوکے میں رکھ کر چپ چاپ کھک جائیں۔

بڑا اچھا موقع تھا! ایرج پر آپنی یہدھا کھڑا ہو گیا! وہ بھکے ہوئے اُسی طرح آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے لیکن ٹھیک اُسی پر تھے اس کا گھوڑا بچھر ہنہنا اٹھا! اور وہ تیری سے مطریہے! ازد پر تھے اس لئے ایرج کی انگلی طریقے پر چل بھی گئی ایک گرا اور دوسرا بچھر ہٹیں پر لیٹ گیا۔ دوسرے نے بھی فائزگیا تھا لیکن بچھل ہٹیں میں ہاتھ

پھر وہ سرخان اسی طرح پہنچ کر عقرب تو کو چوانی کر رہا تھا اور ایزج  
اُس کے گھوڑے کی راس پکڑتے گاڑی کے پہنچے چل رہا تھا ...  
اُس نے عقرب سے لڑکی کے متعلق نزیادہ بھیان بیان نہیں کی تھی اور  
نہ عقربی ہی نے اس بے زیادہ بتایا تھا کہ وہ سرخان کے ایک معزز  
گھرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ دیسے ایزج کو سین رکھا کہ وہ اس بے  
اس کے پڑا دادا کی نانی تک کا نام پوچھ پڑکا ہو گا۔  
ایسی کے لوگوں نے ان کی طرف نزیادہ دھیان نہیں دیا تھا ایزج ...  
پھر وہ ایک ایسی عمارت کے پاس منے گئے، جو شاہزادی کی سب  
سے طبعی عمارت تھی! ایسا

بس ایک بھی سے نیٹا پڑا۔ وہ تین تھے ! ”  
”مگر تھے کون ۔ کیا ان کے سماحتی ! ”  
”نہیں ۔ تین مغلوقی لیتے ہیں ۔ جو سرخانیوں کے حصیں میں  
تھے ۔ ان پے سات لالزین کے تباہ سفر کر رہی تھیں ۔ وہ تینوں  
لاہ میں ملے اتھے ۔ اس بیکھر پہنچ کر انہوں نے اُن بیچاروں پر تیکھے سے  
ندھادھند فائزگ کی اور وہ کام میں آگئے ۔ پھر وہ اس گاڑی کو  
لے جھاگے ۔ مگر اب یہم پر بھی اعتقاد نہیں کر سکتیں ! ”

”میں لے کر کھا ہے۔“ لڑکی کی آواز کا نیپ رہی مجھی اسی پر  
”کھا جانا ہے۔ نہ۔“ ایرج نے غربت سے پوچھا۔  
”جہاں یہ ہم چاہیے میں ابی“ غربت نے باتیں آنکھ دبا کر بلند آواز  
میں کہا۔

”تھمارا کھوٹا کیا ہے۔“ ایرج نے پوچھا۔ تب عقرب نے پڑا واقعہ سنایا! دوہ آپنا کھوٹا نایاں جانتے والے درسے ہی میں، چھوٹو کر خود چنان پرچھ لیتا چلایا تھا! اور پہنچ کر اس نے محسوس کیا کہ اب دہ بہ آسانی سکاری پر قبضہ کر سکتا ہے! اکیونجہ اس پر صرف کوچوانی ہی موجود تھا! اور اندر اُس کے اندازے نئے مطابق لڑکی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا! اسی اتفاق سے آگے چل کر دڑھا یعنی جانتے مڑا تھا۔ اس طرح عقرب سے سکاری کا فاصلہ بہت کم رہ گیا! اور پھر ایک بہت ہی ستموی ہی جدوجہد اُس کی کامیابی کا باعث ہنگی

اگر اُس کے کان میں بھنک بھلی پڑی ہوتی کریے یہاں کس چکر میں آیا تھا  
تو شاید وہ شر جیل کا نام سنتے ہیں جہاگ کھٹرا ہوتا ہے۔ عقرب بزدل  
نہیں تھا لیکن خواہ نخواہ خضرات میں پڑنے کو بھی محنت ہی بھجتا تھا۔  
پچھدر ڈبعتہ اندر سے دونوں کی طبی ہوتی آئندے والا فانیا شر جیل کا  
کوتی صفا حب تھا اور یہ کم بہت پڑتے ہاں میں پہنچائے گئے جس کی دلوں  
پتھر کی تھیں اور جھٹ لگانی میں بھروس اور مختلف قسم کی کھالوں سے پائی  
گئی تھی۔ ایک توی الجھہ اور ادھیر طبع کا آدمی اور پچھے سے منقش تخت پر بیٹھا  
نظر آیا۔ اپنے ان عقربتے کو کھلاتے ہوتے ہے انداز میں اُسے سلام کیا!  
لیبرج کے انہاز میں بزرگ مری اور لا بزرگانی تھی۔ دیکھے  
سلام تو اُس نے بھی کر لیا تھا۔  
تخت کے دونوں جانب چار چار مسلح آدمی اپنے ہول ٹر دن پر  
ہاتھ کے کٹ رہے تھے ایں۔ ایک ایک کٹ رہے تھے۔ ایک ایک کٹ رہے تھے۔  
لیبرج کی نظر اُس ٹھوپڑی پر رک گئی جس پر شر جیل کا ایک پیر کا  
ہوا تھا۔  
”جنوں آئیدیں نہیں“ شر جیل نے گویندیں آوارہ میں کہا۔ ”مندوں کے  
لوجاؤ نہیں۔ میں تمہارا شکر لگانا ہوں۔“ میری سمجھتیں نہیں  
تا بیکھ میں تھیں کس طرح خوبش کر دیں۔ ”تم ہی کوئی خواہ بیش طاقتیز  
رو۔“

اور اس وقت تو ایزج چکرای گیا، جب اس نے سروار شربیل کا نام سنایا  
فرمکی اندر چلی گئی اور انہیں پورہ داروں نے باہر ہی روکن لیا تھا اور  
اور اسی وقت ایرج کو معلوم ہو شکا کہ یہاں ان کی بیٹھت کیا ہو گی !  
عقرب پھر بیدار ہو اُس جادو شر کی کمانی بنتا ہوا کہہ رہا تھا ”ہم ذریزون،  
منڈولی کی سرارتے میں رہتے ہیں ! اب یہاں کون ہے جو سروار شربیل کے  
نام پر اپنا خون ہلانے میں خوشی نہ معمور بس کرے ..... ہم نے بڑی مشکل  
سے اُن لیڑوں پر قابو پایا تھا !“

پھر اُس نے ایرج کو اگلے بارکر کہا تھا۔ اُد اکڑو خان خدا کے لئے  
سید ہے ہی رہنا! اب ہم کچھ دن عیش کریں گے ! کیا تم کبھی سوچ جھی  
سکتے تھے کہ یہیں سرخان میں شربیل کا مہماں بننے کا شرف حاصل  
ہو گا؟“

”اے اُد ..... میسر ہے ..... ایرج نے کہا“ بڑوں کے سامنے یہ  
گروں خصوصیت سے اکٹھی رہتی ہے .....“ پھر

”چل تو پھر بھاگ لیتے ہیں یہاں سے .....“ عقرب چار دن طرف  
دیکھتا ہوا بولا۔“ متداری اکٹھیں مجھے بھی نہ لے ڈویں یا !“

”ہشت .....“ ایرج ہنسن پڑا۔“ مرنے کیزیں جانتے ہیں ..... وکھیں  
یہ شربیل کہنا آدمی ہے ! فتحاں اسی بستے تو پڑت کہ بھاگ لیتا !“

عقرب غاموش ہو گیا۔ پیچارے کو کیا علم کہ ایرج تھوڑی یہی سی  
دیر بعد کسی بہت بڑے خطرے کو دعوت دینے والا ہے ।

”تم کون ہو؟“ شر جیل غریاباً۔  
 ”میں کوئی بھی ہوں اس سے القام دینے والے کو کوئی دیکھی نہ ہوئی  
 چاہیے۔“  
 ”میں سمجھ گیا۔“ شر جیل غریب اٹھا۔ چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔  
 ”تو اس تدبیر سے تم لوگ یہاں تک پہنچ ہو۔“  
 ”لوکی نے اُن دونوں کو دم توڑتے دیکھا تھا۔“ ایرج نے کہا۔  
 ”اگر وہ ہمارے ساتھی ہوتے تو ہم انہیں اتنی بیداری سے بھی  
 نہ مارتے بکلاکی ہی بھڑکتے۔“  
 ”اُرے او گدھے۔“ اُرے اُر اُر جن سعفیانی جھاتی پیشئے رکھا۔  
 ”تم کیا بکت سے ہو۔“  
 ”شر جیل سے اُسے ڈانٹ کر خاہی سشن کر دیا اور پھر ایرج سے  
 بولا۔“ مگر کملائیوں کو ضحاک سے لوکی بیداری نہ ہوئی چاہیے۔  
 ”کئی دن اُس کی بھی ناگزین چیز کو بھینک دیں گے۔“ ایرج بولا۔  
 ”لیکن ہم کملائی انسانیت کی تباہی پر گز نہیں برداشت کر سکتے۔“  
 ہم مردوں کا بھی احترام کرتے ہیں! بہادر سردار اپنا پیاراں کو پڑی  
 پرستے ہمالو۔“  
 ”سنوبام میرے من ہو! دنہنہ اس بیودگی کی سزا ہی ہو سکتی ہے  
 کہ تمہاری زبان پہنچ لی جائے۔“ جاتے۔ میں تمہیں معاف  
 کرتا ہوں۔ تو رامہ خشان کی بدر دے باری تک جائے کی کوشش

لے۔ سردار کی عمر راز ہے۔ عقرب نے بکھلا کر نفرہ لگایا۔ تمہاری سب  
 سے بُری خوش پوزی ہو گئی۔  
 ”کون کی خواہش؟“ شر جیل نے صیرت غاہر کی۔  
 ”ہم اپنے شیر دل سردار کو قریب سے دیکھنا چاہتے تھے۔“  
 عقرب نے تما اور شر جیل کے طریقے فخریہ انداز میں تقدیر لگایا! لیکن  
 دوسرا ہے ہی لمحے میں ایرج نے عقرب کی گرد پیڑ کر اُسے جھنجورا تھے  
 ہم رہتے کہا! سکیا بکداں شروع کر دی۔“ پھر شر جیل سے لولا  
 ”یہ اس کی خواہش سے سبق نہیں ہوں۔“  
 ”شر میں بڑے بھجن موقوفیں مبتلا ہواں۔ احجام، ہی اپنی خواہش  
 بیان کرو۔“ ایسے جیلے جوان میں نہ کم ہی دیکھے ہوں گے!  
 ”یہ کھوپڑی۔“ ایرج نے کھوپڑی کی طرف ہاتھ اٹھا کر آنکھیں  
 ”مجھے یہ کھوپڑی چاہیے۔“  
 اس پر عقرب ہنسی کے مارے پاگل ہو گیا! اپنے دیانتے ہوتے  
 بُری طرح ہنس رہا تھا۔ پھر وہ بدقت بولوا۔ سردار اس کا دماغ بیل  
 گیا ہے۔ یہ ایسا ہی سنکھ ہے۔  
 لیکن وہاں اُسے صرف اپنے، ہی الفاظ کو بنخٹے نہیں دیتے۔  
 اپنی ہی ہنسی کی اجازت نہیں! اور پھر کنیت بیک اُسے بھی سمجھ دے ہے۔  
 جانا پڑا کیونکہ شر جیل ایرج کو کسی بھوکے بھیرتی تھے کی طرح گھوڑہ رہا  
 تھا!

کرو! اے سردار بیرون، عقرب دلوں ہاتھا کر لکھایا! بالکل تکل جائیں گے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ سرخان کیوں آیا ہے... بھجت سے کہا تھا کہ یہ سرخان کیسی کننا چاہتا ہوں۔

”دفع ہو جاؤ“ سرجل بیڑازی سے ہاتھ جھٹک کر بولالا۔ ”میں یہ کھوپڑی لے کر ہی جاؤں گا سردار، ایرج بولا؟ یا پھر تم یہاں سے میری لاش اٹھاؤ گے؟“ ان دونوں کو اٹھا کر باہر چینک دوایا۔

”اُن دونوں کو اٹھا کر باہر چینک دوایا!“ ”اوکم بخت اکٹ دخان...“ عقرب دانت پیس کر آہستہ سے بڑپڑایا۔ میرا باپ میری بان کرپیا سے لوڑ ری کہا کر تا جھا بات بائستے اُس کا بینا اس طرح اٹھا کر چینکوا دیا جاتے گا۔ اپنے شرجل بے بلا۔ ”اچھا سرفاں میں اگل ہٹا جاتا ہوں! اگر یہ باہر چینکا دیا گیا تو میں ہی خود بخود اچھل کر باہر چاگروں گا جسیے تمہارے ہی آدمیوں نے مجھے چینکا ہو۔“

وہ بیخ بیخ ایرج سے دور جا ھٹرا ہوا۔ اٹھوں آدمی ہولی ٹوں پر پڑا تھا کہ آہستہ آہستہ ایرج کی طرف بڑا ہٹنے لگے۔ اور پھر یک بیٹک لٹپڑتے۔ ایرج کے سراغ پر اٹھا کر جھکتا۔ ایرج جتنی جمندہ کی طرح اُن کے سراغ نے نکل گیا! لیکن سا ٹھہر ہی

تین آدمی اس طرح اچھل کر دور جا پڑے۔ جسے اُن پر جھی کری گئی تھوڑی شرجل کھڑا ہو گیا! ایرج نے اُب حملہ اور دن کو گلوسوں پر کھلایا تھا!... دو چار خود بھی کھاتے... وہ دراصل اس تاک میں تھا کہ ایک آٹھ کو اٹھا کر سرے بلند کرے اور دوسروں پر چینک کارے... اُس کا یہ گرعموماً حملہ اور دن کو جو اس بازت کر دیتا تھا اور وہ اس کی گرفت سے دوڑ ہی رہ کر اُسے ارنے کی کوشش کرتے تھے پھر اس وقت تو ایرج سطہن تھا کہ اگر کسی نے پول اور نکالنے کی کوشش کی تو عقرب اُسے یقینی طور پر سنبھال لے گا!۔ اس کی اس ہاتھیاں سے علیحدگی حیثیتاً ”لوہڑی پن“، ہی کی دلیل تھی! اور نہ وہ بھی بزدل تو نہیں تھا!

ایک بار ایرج کو موقع عمل گیا! ایک آدمی پوری طرح اس کی گرفت میں آگیا تھا اس نے اُسے سرے بلند کیا اور دوسروں پر چینک مارا۔ شرجل کی زبان سے میا خستہ ”واہ“ نکل گئی۔ وہ اس کھلیل کو بڑی دلپسی سے دیکھو رہا تھا!

اس کے بعد ہی ایرج دوسرے کو پکڑ پایا لیکن ابھی اپنی طرح سنبھال نہیں سکتا تھا کہ اُس نے اس کے گریبان پر ما ھٹر ڈال کر جھکتا مارا۔ کوئی چیز اچھل کر شرجل کے پیروں کے پاس جا پڑی۔ یہ ایرج کا قانون تھا، لیکن شاید ایرج کو اس کا بھروسہ نہیں تھا اور پس تو اُن لوگوں سے جھٹا رہا تھا۔

شربیں اُس کے تعزیر کو چہرے کے لیے برا اٹھاتے بھی بھٹی آنکھوں سے  
گلوپڑ رکھتا ہے۔

یک بیک اُس نے منظر بانہ انداز میں کیا۔ ”ھر جا وہاں“  
اس کے آدمی جہاں تھے وہیں رُک گئے۔ اور ایک رُخ نے بھی  
آنے والے ھر رُک لے۔

”یہ تھویر تھا رہے ہے؟“ شر جیل نے اُس سے پوچھا۔ اور ایرج بوكھار  
ابنی گردان طوپ نے لگا پھر تہزی سے شر جیل کی طرف بڑھا۔  
”وہیں ہھڑو!“ شر جیل گرج کر بولا۔ ”تمہیں یہ تھویر کہاں کے ملا۔“  
ایرج اُس سے خود رست فاصلے پر مرک گیا تھا۔ اُس نے کہا۔ ”میرا

”تمانے ہی بسوایا تھا۔“  
”بھیں میرے باپ کا ہے۔“  
”تمارے باپ کا کیا نام تھا۔“  
”تمان۔“

غلط سے میں تسلیم نہیں کر سکتا اب کیا وہ زندہ ہے۔! ”  
نہیں میں بہت چھوٹا تھا اب بھی وہ مر گئے تھے۔!  
” شر جل کسی سوچ نہیں پڑ کیا! پھر لولا تمہاری ماں زندہ ہے۔!  
ایرج نے اشاعت میں جاگ دیا اور شر جل کرنے کیا۔  
” کیا یہ بھی غلط ہے کہ تمہاری ماں کا نام الماس ہے۔!

”تم کیا گانو۔“ ایرج غرایا۔  
”اوہ۔ اگر یہ درست ہے۔ تو تمہارے باپ کا نام مرزا ق  
تھا۔۔۔ تمہیں غلط بتایا گیا۔۔۔ قریب آؤ۔۔۔ اچھے لڑکے۔۔۔  
میرے قریب آؤ۔۔۔ میں پہلے ہی تمہیں دیکھ کر اچھے میں پڑھ گیا تھا  
۔۔۔ تم میرے سب سے پیارے ساتھی مرزا ق سے کتنے مشاہد ہوا۔۔۔  
”میں کھو چڑی صورتے بجاوں کا۔۔۔“ ایرج غرایا۔۔۔ ”تم بھروسے  
حیله سازی نہ کرو گے۔۔۔“

شرجیل نے تدقیقہ لگایا، بو صحیح جھوٹوں میں سرست آئیر خا بچر لولا۔  
اپ یہاں دو کھوپڑیاں ہوں گی۔ اور میرے دونوں پیروز میں کچھ نہیں  
پڑ رہا تھاں گے۔ دوسری کھوپڑی میرے لئے تم ہی لاد گے اچھے  
رطکے۔ اول میرے فریب آؤ۔ مرنوتوں کے بیٹے۔۔۔ میرے  
انہیں سٹے!۔۔۔ تمہاری مالا رہ تھیں، صن کا کونٹ۔۔۔ سرست آ

پہلے ہی : — ہماری ماں کے میں عجاف لی نظر وہ سے بچا گئے  
کے لئے کسی تھان کا نام لیا ہو گا — کیا اُس نے تم سے یہ نہیں کہا  
عجاف اس تعویذ کو دوسروں کی نظر وہ سے بچانا ! ”  
ایرج نے میحرانہ انہاں میں پلکیں جھپکائیں کیونکہ شر جمل نے غلط نہیں  
لما تھا ! اتنو یور کے متعلق اس کی ماں کی یہی ہدایت تھی، لیکن اس نے تو  
س کی وجہ بھی بتاتی تھی۔ لہتا تھا کہ دوسروں کی نظر طرف سے تعویذ  
کی شایر زال ہو جائے گی اور وہ آنا طاقتمند رہ سکے گا۔  
شر جمل خود ہی اس طرف بڑھا ایسا درمیں سے اپنے بار ووں میں

”اب کیا ہے۔“ ایرج غرایا۔

”شر جیل تھیں اپنے آدمی دے رہا تھا۔“ تم نے انکار کیوں کر دیا؟

”میں اپنے بولتے پر زندہ رہنا چاہتا ہوں۔“

”بیٹا بچالیا اُس تسویہ نے ورنہ تمہارے ساتھ ہی اپنا بھی قیمت ہو جاتا۔“

”بھروسے میری بھی سنو۔“! ایک بھی لورڈ اور ایک بھائی بذریعہ دونوں میں پیار ہو گیا۔ پھر انہوں نے شادی کر لی۔ ان سے ایک اولاد ہڑتی جس کا نام اس نے صفاک رکھا تھا۔ کیا سمجھئے۔ اداکر خان جانتے ہو اُس نے تمہیں اس مم پر کیوں یہ بجا تھا!

”جلتے رہو۔“ ایرج نے بیزاری سے کما اور اپنا گھوڑا لے گئے

بڑھانے لگا، لیکن عقرب نے اس کی لگام پکڑ لی اور بولا۔ ”بھروسے۔“

صفاک نے تمہیں یہ سمجھ کر نہیں بھیجا تھا کہ تم کھوپڑی نے ہی آؤ گے۔

مقصد یہ تھا کہ تم سرخان میں مارڈا لے جاؤ۔ اب وہ خود کملائک

میں امن و سکون کے شاہ رہنا چاہتا ہے۔ کلا کیوں کے ذل جیتنے کی

کوشش کر رہا ہے۔“ اس لئے اگر تم کملائک

میں مارڈا لے جاتے تو لوگوں کا خیال صفاک کے علاوہ اوز کسی کی طرف

نہ جاتا۔ شاید وہ پوری لستی میں صرف تم ہی سے غالب ہے۔ ہونا بھی چاہتے! اس لئے تمہیں اس طرح ٹھکانے لگا دیتے ہی کو کوشش کی تھی۔“!

ایرج کسی سوتھ میں پڑ گیا! پھر کھوپڑی دیر بعد بولا۔ بات تو تھیک

ہی معلوم ہوتی ہے۔ پھر تم کیا رہنا چاہتے ہو۔“

لیسا ہوا بولا۔“ مرزوق کے بیٹے۔“ مرزوق میرا بہت پیارا دوست تھا! میرا بھائی تھا۔ اُس کے بڑے احبابات میں مخدوپڑہ میری محاسن تھیں میں مارا گیا تھا۔“

”کس نے تارا تھا۔“ ایرج غرایا۔

”اُسی نے جس کے لئے تم بھی موت کے منہ میں آ کر دے ہو۔“

”صفاک نے۔“ ایرج صلی کے بل بجا ہے۔

”ہاں۔ اُسی دُز دزادے نے۔“

”میں اُسے زندہ نہیں چھوڑ دیں گا۔“ میگر یہ کھوپڑی بھی یہاں سے ضرور چاہتے گی۔“

”بیشر جیل ہنس ٹرا۔ پھر بولا۔“ اُوہ۔ بالکل مرزوق۔ دلیل یہ

منہ۔“ دلیا ہی اکھڑپن۔“ بات کے پتھے باپ کے بیٹے ہوں۔

”جانکے عار۔“

”ایرج اور عقرب کے گھوڑے تیزی سے کملائک کی طرف واپس جا ہے۔“

”ایرج ایک بیک ایک بھی عقرب نے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑنے تھے۔“

”ایرج کو بھی مرک حاصل ٹرا۔“

”او۔ اکڑو۔“ اُس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔“ تم سے شاید پھر گھاپنے

سرزد ہونے جا رہے۔“

"یہی کہ شہ جیل کی بیٹی اُس وقت ٹھنڈی آئیں بھر رہی تھی جب تم سرخان سے رخصت ہوتے ہیں۔ کہیں وہ آئیں اُس کے لئے نو صحن بن جائیں۔"

"اوکام کی بات کم سخرے۔ درنے مانگیں چیر کر چینک دلن گا۔"

"مطلب یہ ہے کہ ادھر سے نہ چلو۔ راستہ بد دوایم اپنے پھر سے چھانے ہوئے سرخان میں داخل ہوں گے تم باہر رہی ھڑنا!

میں حالات معلوم کراؤں گا۔"

"کیے حالات۔!"

"بیٹا اکڑو۔ کجھی کجھی اپنی گھوڑی بھی کھٹکا لیا کر دا۔ نماک نے اپنے جاموسیں بھی تمہارے پیچے بیچے ہوں گے! انگر انہیں پتہ لگ گیا ہو گا کہ یہاں کیا ہوا تو اس وقت نماک کسی لواری ہی کی طرح گھات میں کہیں چھا بیٹھا ہو گا، میں تو کہتا ہوں کہ یہیں سے راستہ کاٹ دوایا۔"

(۸)

ایرج نے عقرب کی بات مان لی تھی اور ایسی کے باہر عقرب کا منتظر تھا! براہ راست زیادہ نہیں گذر تھی! مطلع ابرآں دہر جانے کی وجہ سے گمراہی اضافاً پر مسلط تھا!

یک بیک عقرب کے گھوڑے نے زمین پر طاپیں ماریں اور ایرج پوک پڑا۔ عقرب اپنا گھوڑا ہیں چھوڑ گیا تھا!

پھر کسی نے اُس کے شانے پر لا تھر کھ دیا اور وہ اچل کر یچھے ہٹتا ہوا غزا! "کون ہے؟"

"خاموش رہو۔" عقرب آہستہ سے لولا۔ اُس کی آذان کا نسب رہی تھی اور بعدہ کروکھ میں کھو گا اسے سُن کر دماغ ھٹنڈا رکھو گئے تھا:

"اوہ۔! - بولو تھی۔" ایرج دامت میں کر لولا۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"میرا خیال غلط نہیں نکلا ایرج۔ اُس کے جاسوسوں نے اُسے پوری خبری پہنچائی میں اجس راستے ہم بھی میں داخل ہونے والے تھے وہاں اُس کے آدمی سو بھر دیں۔ اور وہ خود اس وقت تھا کہ گھر پر ہے!"

"میرے گھر پر۔"

"ہاں۔ بوڑھیا کو مجبور کر رہا ہے کہ اپنے اور تمہارے متعلق اُسے بتاۓ۔"

"اوہ۔! اس خنزیر۔! اُوہ۔! دلدار حرام۔! اچھا۔! اچھا۔! وہ اپنے گھوڑے کی طرف جھپٹا۔"

"نهیں۔" عقرب نے اُس کا بازو پھر طلبیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اُسے قابو میں رکھا مشکل ہو جائے گا۔ اُس نے کہا میں نہیں۔ وقت میں مارے جاؤ گے۔ میری سنون۔!

ایرج جوک گیا! لیکن وہ بڑی طرح ناٹپر رہا تھا۔

ایرج کی ماں پھٹی پھٹی آنکھوں سے صحاک کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ نیک  
دہ خوفزدہ نہیں تھی۔۔۔ بیس اُسے تحریر ہی کنا جا ستے ہیں۔۔۔ وہ بات جو  
ایرج کو یہی نہیں معلوم تھی۔۔۔ صحاک کے علم میں کیسے آگئی۔۔۔  
”میں تیرے ٹکڑے اڑا دوں گا۔۔۔ تو بولتی یکوں نہیں۔۔۔“ صحاک  
زمیں پر پیر مار کر دہماڑا۔

بڑھیانے چونکہ کر طینیں سالن لی اور نشک بجھے میں بولی۔۔۔ ہم  
کسی بڑے ادنپے گھرنے سے تعلق نہیں رکھتے سردار کہ تمہیں ہماری فکر  
ہو۔۔۔ کسی نے تمہیں غلط باتیں بتائی ہیں۔۔۔ ایرج کا باپ ایک کرانی  
کسان تھا۔۔۔ کالی دباؤ کے زمانے میں جب کرانی خالی ہوا جا رہا تھا  
ہم بھی وہاں سے بچلے گئے تھے!

”بجواں۔۔۔ تم نہ راغبانی نہیں ہو۔۔۔“

بڑھیا پھر سوچ میں پڑ گئی۔۔۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ایرج اس  
وقت کہاں ہو گا۔۔۔ کلاں وہ کبھی پلٹ کر یہاں نہ آتے۔۔۔  
صحاک اُسے خنخوار نظروں سے گھوڑا تارہ! اگر میں تھندا اخیل ہوا  
تھا اور اُس کے ساتھی باہر ہی رہ سکتے تھے۔۔۔ انہیں خدشہ تھا کہ کہیں  
اچانکتی بخبری میں مکلا کی اُن پر ٹوٹ نہ پڑیں۔۔۔ کیونکہ ایرج بستی  
میں بہت مقبول تھا! دنقاً صحاک نے خیز کھنچتے ہوئے کہا۔۔۔ اچھی

بات ہے۔۔۔ میں یہ سچنے تیری ناک کاٹوں گا۔۔۔“  
سین جیکے اُنیں دوست ایک ناٹر اور خبیث صحاک کے ہاتھ سے نکل  
کر ددر جا پڑا۔۔۔ بگولی خجرتے پس بیچ پڑھیں۔۔۔  
صحاک غرا کر پلٹا یکن چھر اُسے سنبھلنے کا سوچ نہ مل سکا۔۔۔ ایرج کا  
گھونسہ ایسا ہی زور دار تھا کہ وہ سامنے والی دیوار سے جاٹکرایا! اور چھر  
باہر سے بھی فائر بک میں میٹلا ہو گئی ہو۔۔۔  
”یہ میں پریس کے ہو۔۔۔“

اوھر صحاک نے اٹھتے اٹھتے ریوالور نکال لیا۔۔۔ مگر ایرج  
اُسے اتنا موقع کیسے دے سکتا تھا کہ وہ فائر بھی کر گزرتا۔۔۔ بالآخر  
زوج ہو کر صحاک اُس سے لپٹ ہی پڑا۔۔۔  
”یہ مت سمجھنا۔۔۔ سوت کے بچے کہ میں سرخان سے خالی ہاٹھ آیا ہوں۔۔۔“  
ایرج نے اُسے ریگیدتے ہوئے کہا۔۔۔

باہر سے پھر فائر کی آوازیں آئیں اور بڑھیا درد ازے کی طرف  
لپکی۔۔۔

”عھڑ جامان! ایرج دہماڑا۔۔۔ اوھر جانے کی فروخت نہیں رسی  
ٹھیک ہے، اندر کوئی نہ آسکے گا۔۔۔“  
”سنوا ایرج۔۔۔ سنوا!“ صحاک ہانپتا ہوا بولا۔۔۔ ”م۔۔۔ میں نے تمہیں  
معاف کر دیا! تم کھوڑ پڑی لاتے ہو۔۔۔ میں تمہارا احشان مند ہوں۔۔۔ جھوں  
جاڈوں گا کہ تمہارا باپ میرا دشن تھا۔۔۔“  
ایرج نے کوئی جواب دینے کی سجلتے ایک بار پھر صحاک کو دے پٹھا

اور سینے پر سوار ہوتا ہوا بولا۔ ”تم اس کی بالکل فکر نہ کرو لومړی کی اولاد میں تمہارے باپ کی کھوپڑی کو لو رے اعزاز و اکرام کے ساتھ دن کر دوں گا لیکن اُس کے ساتھ ایک کھوپڑی اور بھی ہو گی۔“ ”نہیں۔“ ضمک حلن چاڑکر چیخنا! اور اپنے صاحبین کے نام پر کہ پکانے لگا۔

بوڑھی وحشیانہ انداز میں تھقے لگا رہی تھی۔ ”شب اش مرزوک کے بیٹے۔“ اُس نے چمکار تی ہوئی سی آواز میں کہا۔ ”من وقت تیرے باپ کی بیر پیاسین کا پودا اُگ رہا ہو گا۔ اب جلدی سے بچوں بھی کھلائے۔“ ”تیرے باپ کا خبر کسے پیاسا ہے۔“ وہ بائش طریقہ رہا ہو گا جس پر تیرے استاد مکالکان کی کھوپڑی چڑھائی گئی تھی۔“ ”ادعوت۔ او ماں۔ اپنی زبان بند رکھ۔“ ”محاک شدت کرب سے کراہا۔

پھر ایرح کمرے خبر پہنچ ہی رہا تھا کہ عقرب اندر داخل ہوا۔ ”ارے یوں نہیں۔“ وہ جلدی سے بولا۔ ”انتے بڑے آدمی کو اس طرح نہ مارو۔“ اس کی تاک میں نیکی ڈال کر کچھ دلوں تک بہتر کوں پر چھائیں گے۔“

بوڑھی نے پھر ہذیانی ساقمہ لکھایا اور بولی۔ ”واہ رے منخرے اب جھلی سو جھے گی نتی سو جھے گی!“ ”پھر اُس نے بچوں کی طرح تالیان بجا کر کہا۔“ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ہاں

یہ ٹھیک ہے۔“

”اس کے آدمی کہاں ہیں؟“ ایرح نے پوچھا۔

”اس سے پہلے ہی پیغام گئے۔ لیتی جاک پڑی ہے۔“ اور اب ایک ٹوپی ان لوگوں کی تلاش میں نکلی ہے، جو تمہاری گھات میں درستے کے پاس چاہپھے تھے!“

”ادعوب۔ او حرمون۔ پیشیری جالتیں تھیں۔“

ضمک حلن چاڑکر چیخنا اور یک اُس کی آوان غرامت اور حرامت میں تبدیل ہو گئی۔ اور وہ زمین پر ماحصل پر پختہ لگا۔

”ارے۔“ ارے۔ ”ادعوب یوکھلا کر بولا۔“ نہیں۔

لیکن ایرح ضمک کو چھوڑ کر اٹھ چکا تھا۔ اُس کا دھڑکنہ کتابہ۔

”دوسرا دن کملکیوں نے کچھ سوار دیکھ جوانے ہاتھوں میں سفید جھنڈیاں لئے کلاک کی حدود میں داخل ہو رہے تھے۔“ اور ٹھیک اُسی وقت ایرح کڑک میں داخل ہوا۔ نہ صرف یہ رکن بلکہ سارے گاہک بھی اُسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور بچوں نے خوشی کے نعرے لگاتے۔ میر کڑک لپکتا ہوا آگے بڑھا۔

سفید جھنڈیوں والے سوار ایب بستی کے قریب آگئے تھے۔ میر کڑک نے ایرح سے کہا۔ ”خوش آمدید اے سردار۔“ یہ میرتی

عزت افزائی ہے کہ تم نے یہاں قدم رکھا!“  
”اویبا۔۔۔ اویزرگ۔۔۔ ایرج اس سے پشاہو بولا“ تھا۔

داغ چل گیا ہے کیا۔۔۔ میں وہی کل کا ایرج ہوں ۔۔۔ مم جھے سردار  
مدد کرے ہے ہو۔۔۔“

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ تم سردار ہو۔۔۔ تم سردار ہو۔۔۔“  
بنتی کے جوانوں نے پیچے ورکا۔۔۔

”نہیں دوستو۔۔۔ لستی کا کوئی بزرگ سردار بنے گا۔۔۔ بکلاں دشیوں  
اور درندوں کی سر زمین نہیں ہے، پھر مرف فہری سردار ہو سکتا بنے جو  
ٹاکٹور بھی ہو اور داشتہ عہدی۔۔۔ جس کا خون تو گز ہو، لیکن اُسے  
غضہ درنے کہ سکیں۔۔۔“

”ہم صفاک کی کھوپڑی بانس پر چڑھاہیں۔۔۔ کسی انہیں کہا۔۔۔  
”یہ نامکن ہے۔۔۔ ایرج بولا۔۔۔ تم اپنے مسکن سے نہ ہٹوں کلکاں  
کے نام کو بٹھنے لگاؤ۔۔۔ صفاک دندھہ تھا، لیکن اس کی لاش  
آدمیوں نے بٹھے ہے اس نے اُسے ہر ماں میں احترام کے ساتھ دفن کر دیا  
جائے گا۔۔۔“

سفید چندیوں والے بنتی میں داخل ہو گے۔۔۔  
اور سب کسی نے انہیں پھیانا! وہ سرخانی تھے بہ۔۔۔ اور ان کے آگے  
سردار شر جیل تھا! اُس نے ایرج کے متعلق پوچھا اور اُسے کہ کاپتہ بتا  
ویا گیا۔۔۔

پھر ان ایرج ایک نیز پر بیٹھ گیا تھا!۔۔۔ اور اس سے کچھ فاصلے ہی پر

دن بوجوان آہستہ آہستہ اپس میں گفت گو کر رہے تھے۔۔۔

”عقرب! ایک بولا۔۔۔“ لومڑیوں کی طرح چالاک ہے۔۔۔ وہ اسے

ایسے راستوں سے لایا تھا کہ صفاک کے آدمیوں سے ٹکراؤ نہ ہو سکا۔۔۔

اور غرب ہی اُسے مکان کی پچھلی دیوار سے اُپر چڑھا لے گیا تھا۔۔۔

اور خود صدر دروازے کی طرف پڑھ آیا تھا جہاں صفاک کے آدمی پڑھ

دے رہے تھے۔۔۔ وہ اُن سے خطوبے ہی فاصلے پر اندر ایرج

میں چھپ گیا اور اُن پر اتفال سے گولیاں برسانے لگا! اندر ایرج

صفاک سے پشت رہا تھا۔۔۔ بہت تو دیر میں جائی تھی۔۔۔

”تو یہ ایرج بھی سرخانی ہی نکلا۔۔۔“ دوسرے نے یاوسی سے کہا۔۔۔

”اُس کی باتیں سنو! اُوہ غالص کملکی معلوم ہوتا ہے۔۔۔“ دیسے

وہ بھی وہ بھی لیتی میں تن کر نہیں چلا اکاشر یہ سردار بنا تیل کر لے۔۔۔

اتنسے میں باہر سے شور سانی دیا ایسے۔۔۔

ایرج چوڑکا اور بھپٹے کر دروازے کی طرف بڑھا اب اسراز جیل گھوڑے

پرستا بیٹھا اس کی طرف ویکھ کر سکرا رہا تھا!۔۔۔

”آؤ میٹے۔۔۔“ میرے فرزند۔۔۔ میرے ساتھ جلد ایں اپنی بیٹیں

پھر اس کو مبارکباد فریضے آیا ہوں۔۔۔“

چھر اس نے بلند آواز میں کہا۔۔۔ ”آج سے سرخان اور کلکاں کے

دریمان کوئی دشمنی نہیں بھی!“۔۔۔

جمع پرستا ٹھا چھا گیا۔۔۔ جبکہ لاک میں سبلان ایسے

بچہ ہے جس کا اسراز جیل میں ہے۔۔۔

## گلہر بگ

گلہر بگ کا سیلہ شکرال نیں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ بہرہ اشکمال کی ساری بستیوں کے باشدے سینکڑوں میں سفر کر کے بیہاں آتے ہیں، اور پندرہ دن تک مختلف قسم کی رنگ ریلیاں جائزی رہتی ہیں! گلہر بگ نے علاتے سے زیادہ پروفیشنل مقام سارے شکرال میں کوئی دسرا نہیں۔ اسے تو بس گلاب کا جنگل ہی کہا جاہے۔ یہاں ایک شکر اور آنکھوں میں درد پیدا کر دینے والی نہیں ہیں! جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے چشمے چھوٹے ہوتے ہیں اور ان کا شفاف یا ان گلاب کی جھاڑیوں کے گرد پلی پلکی مالیوں میں بہتا پھرتا ہے۔ بعض جگہ کے پانی سے تو تازہ گلابوں کی مک آتی ہے۔ یہاں ایک زیارت گاہ بھی ہے اور یہ میلہ یادگار کے طور پر منعقد ہے۔

بہرہ بگ اپنے اسکرال کے ہر حصے کے بوج قائلہ در قافیہ بیہاں آتے ہیں۔ گلاب کی جھاڑیوں کے درمیان جگہ جگہ خیسے نصب کئے جانے لگتے ہیں اور ساری بن آوازوں سے گوش اجھتا ہے۔ دو کافیں بھتی ہیں۔ اور خیموں میں کزکت جھاتے جاتے ہیں! جو ہر چھوٹی نظر اٹھاوے جانت بھانت کے اکھڑے نظر آتیں گے۔ کہیں کشت ہوتی ہے۔ کہیں گھونسہ بازی۔ کہیں تھار کی کاٹ کے جواہر دکھائے جاتے ہیں اور کہیں رانفل اور لیپتوں سے نشانہ بازی کے مظاہرے!

رقص و سرود کی مغلولوں کا کیا پوچھنا! سال میں شاید یہی پندرہ دن بے نکاری کے معلوم ہوتے ہیں! ہر طرف راوی عیش، ہی عیش لکھتا ہے۔

اپنے شاید یہی کوئی سال الیسا جاتا ہو جب بہاں خون کی ہوئی بھی نہ ہوتی ہو۔ بن مچشوں کے شفاف پانی میں سورج دھاریاں نظر آتے گئتی ہیں۔ گلاب کر اہتے ہیں اور خوشبوی میں رو قی پھرتی ہیں۔ اگر ایک ہی بستی کے دوزر تین طکڑا تے ہیں تو بات زیادہ ہیں بلکہ اگر تو اس وقت لگتی ہے جب دو مختلف بستیوں کے افراد کا

لئے ہو مل قسم کی تفریخ کا ہ۔ جہاں شراب بھی فروخت ہوتی ہے۔ اور نیا چھٹے ادائی روکیاں بھی ہوتی ہیں!

اس بار متعلق کے اڈے پر بڑی روزانی تھی۔ لیکن یہ کسی سفرداز یا خان کا  
ادھ نہیں تھا بلکہ ایک "خیرہ سر" کا دوڑہ تھا۔ اسی خیرہ سر کے پیش  
"یہ خیرہ سر" بھی عجیب ہوتے تھے! جیسا کہ اس کا مجرب شغل  
ہوتا تھا خود ہی اسے ملالات پیدا کرتے کہ دوسرے بھی کچھ مرستے پر آمد  
ہو گائیں۔ اب اسی بھی عزت کا در ہوتا اور دوسرے کی  
عزت کا پاس! اس سے یہی پرستی لئے پھر تھے۔ بلوٹ مار ذریعہ معاشر  
ہوتی۔ ایسے لوگ تھا نہیں ہوتے تھے۔ ان کے شاخوں خرم خور  
کی خاصی بڑی بھیرتی تھی ہوا کرتی تھی۔ اب اب اکثر یہ خیرہ سر بیشون لے کے  
سفراؤں سے بھی ملکہ جا آکر تھے۔ اس صورت میں یادہ خوفنا  
ہو جاتے یا اسی کوہت کے گھاٹ آتا دیتے۔ اب اب الگان اللہ  
لیکن یہ مقلقاتی خیرہ سر دیا۔ اب اب ملکہ جو کہ اپنے اتنے بڑے  
اس سے سکرال کی ساری بیسوں کے سرداڑ بھی خالق رہتے تھے  
کیونکہ یہ چھ انگلیوں والا تھا۔ لیے لوگ جو چھ انگلیاں سکسے ہوں  
شکرال میں شستکش کھلاتے ہوں، جن گھر میں کوئی چھ انگلیوں والا  
بچہ پیدا ہو جاتے، اس کی خوشش صیبی کا کیا کہنا۔ چھ انگلیوں والا  
بچہ عزت دتویر۔ دولت اور امارت کا یعنابر سمجھا جاتا  
ہے۔ انہماں شیف وزارہ نے کے باوجود بھی ایسا کوئی بچہ پورے سکرال

اے ہو سکتا ہے کہ یہ شش نگاشت کا مخفف ہو جائے۔

بلکہ اور ہو جاتے نے۔ مگر تیگہ لوترگ کن بن جاتا ہے۔۔۔ ساری بیتیاں  
لئے کوئی کافی زار ہو جاتی ہیں۔ کسی نے ایک بیتی کا ساخت دنیا کی کسی نے دوسرا کیا!  
جتنی دیبڑیں زیارت گاہ کا دردشیں اپنے جھرے سے باہر آتا ہے  
سینکڑوں لاشیں گر جاتی ہیں!۔۔۔  
لیکن جس تیزی سے آگ جھٹکتی ہے، اُسی تیزی سے سرد بھی ہو جاتی  
ہے۔۔۔ بجاند روزیں کے خدام نے تیزروں پر کلائیں بلند کیں اور  
رذہ دلش کے نظرے لگاتے اٹھے ہوتے ہاتھ رک جاتے ہیں۔۔۔ محلہ  
ادھورے ہی رہ جاتے ہیں!۔۔۔  
پھر صرف تین چار گھنٹے تک تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے واقعی کوئی  
بڑا حادثہ ہو گیا ہو۔۔۔ سیکن اس کے بعد۔۔۔ وہی رنگ ریان۔۔۔  
جیسے کوئی بات ہی نہ ہو!۔۔۔

اس بار یہ میلے کا پانچواں دن تھا لیکن ابھی تک فضا چیزوں اور کراہروں سے نہیں گوئی تھی۔ گیتوں اور قلمقوں کے ساتھ گلاب کی پیشی رض کرتی پھر رہی تھیں!۔

رفاق ان رکنیاں ناممکن کر تھکت جاتیں، لیکن تماثیں تو ان کے مجھ میں کمی نہ ہوتی۔ تیماں کے دور اس طرح چلتے جیسے آسمان سے برکت ہتا

اے مقدس نشان۔ ملے ہی قسم کی شراب بہو مقامی غلے بھورےے دانے سے کشید کی جاتی ہے۔

غرن کیا جاتا ہے اُس کا پانی پھر اُن کی چوپیوں پر بیگار کر دیتا ہے! اُسیں بار میں میں بڑے بڑے سیکرڈز وار بھی اپنے خیوں سے انکھی دست بی دیکھ لیتے تھے کہ اُن کی چال ڈھان سے اکٹن تو نہیں ظاہر ہوتی تھی۔ املاق کے علاوہ دوسرا بستی والوں کو علم ہوتا کہ گلشنگ کے میلے میں ضفیع خیرہ سر بھی موجود ہو گا تو ان میں سے بہترے مخاطل لوگ ادھر کا رُخ ہی ذکرتے۔ مگر آب تو آہی بھئے تھے اُن مدت پوری کے بعد واپس چلے جاتے تو زیارت گاہ کی توں ہوتی اب کہ ادھر ضفیع کا یہ حال تھا کہ جس طریقے کی کوئی رقصہ پسند آجاتی اُس سے بھری مغل سے کھنچ لے جاتا۔ اور پھر وہ اُسی کے ڈولے پر قص کرتی نظر آتی تھے! اب سارے اوزاروں کے مصاحب دم بخود رہ جاتے نہیں بلکہ دل ہی دل میں بیچ و تاب کھا کر میں ای پھلے ہی دن سرخان کے سروار شرجل کے طریقے میں اُسے غیر ملکی شراب کی چند بوتیں دکھاتی دے گئی، باز کی طرح جھپٹتا تھا، اُن پر اوزر بردستی چھین لے گیا تھا ایں۔

لیکن شرجل بھی بیچ و تاب کھا کر رہ گیا تھا۔ کچھ لا ایں دھماں تھی ورنہ وہ بھی کامار ڈالا گا ہوتا! لیکن آج بیچ پیمانہ صبر لبرنی ہو گیا، جب وہ اُس کے طریقے کی رقصہ کو بھی اٹھا لے گیا۔ اُس نے بڑے غصے کے غار میں توار کھینچی تھی لیکن اُس کے ایک مصاحب نے اُس کا اتھر پکڑ لیا تھا۔ ایسا

پر جھوٹ کر سکتا ہے اُوگ اپنے الیسے بچوں کو عموماً دردشیں بناتے ہیں اور شکریوں پر ان کا خون حرام ہوتا ہے۔ کوئی انہیں قتل نہیں کر سکتا، خواہ کچھ بھی کرتے ہیں۔ لیکن یہ مقلانی چھانگیوں والا جو شکرال کی تاریخ دست دریافت نہیں۔ ”چرہ سر“ ہا۔ جوان کی بجائے فنا کا پیاس اس سمجھا جاتا تھا۔

وہ بار جونکر یہ بھی میں آیا تھا اس لئے کسی متعلقی سردار نے یہاں آپنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ یہ ضفیع خیرہ سر ایسا تھی تھا کہ مقلاق کا خان بھی اُس سے پناہ مانگتا تھا۔ اگر غیر ذمدار اور اوپا شن نہ ہوتا تو شاید مقلان پر اُسی کی سحر جائی ہوئی۔

طاہر بھی تھا اور اپنے ہی بیچے مصاحب بھی رکھتا تھا۔ اُسیں دیوالوں کے ایک گروہ کا سردار تھا۔ مقلاق کے متول لوگ اس کے خرائج گذارتے تھے۔ خود مقلاق کے خان اعظم نے اُس کا ذطف مقرر رکھا تھا۔ مگر یہ صرف چھوپیں انگلی کی کرامت ہی درست وہ بھی کامار ڈالا گا ہوتا!

شکریوں کے عقیدے کے مطابق شنگشت کی موت قحط اور دیاں لالی ہے جس زمین پر اُس کا خون گرم ہے، اُس کی کھیتیاں رالہ باری کی نظر ہو جاتی ہیں۔ جس ندی میں اُسے

ضیغم نے وختانہ سا قہر لگایا۔ اسی پر اپنے اور اپنے بھائی کی طرف مڑتا  
بیکار پڑا۔ اچھا۔ اب میں بھج کرنی شکست ہی نے تمل کر دی۔  
کافی بھتی سکے پتھے اب۔ ”خوب! اس کے علم میں بھی شاہزادہ۔“  
حد آوارا دھمی ہی۔ اس لئے اس کا یہ عہد اُس کے مظاہب  
کے علم میں بھی شاہزادہ۔ تسلیم۔ ”خوب! اس کے علم میں بھی شاہزادہ۔“  
شر جل کچادر بعد زیارت کاہ میں اپنے آیا۔ پوہہ یہاں ضغیرہ  
کی تکالیف لے کر آیا تھا!  
”امقدس درویش!“ اُس نے زیارات کاہ کے لئے بڑے  
عابد کو مخاطب کیا۔ ”میں یہاں پہنچنے آیا ہوں کہ کسی بد کار شکست کے  
ماجنوں ہم کب تک دلتیں اٹھاتے رہیں اگے!“  
”درویش! اپنے چھٹا کے سرستے پر لگی ہوئی کٹائی پر ہاتھ  
پھر تے ہوئے شر جل کو غورتے دیکھا اور چہرہ لالا۔“ تیری بات میری سمجھ  
میں نہیں آتی۔“

”شکست! اس کے پیغام برہوت تے ہیں امقدس درویش  
— لیکن آخر یہ ضغیرہ سرکب تک اپنی چھٹوں انگلی سے ہماری بچپیں  
اکھڑا تار ہے گا۔“

”اور رب عظیم کی مرثی!“ درویش نے ٹھنڈی سالیں لی۔  
”کچھ نہیں کیا جاسکتا!“ اسیں پر عذاب نازل ہوا ہے۔ تم

جانتے ہو! مغلان کا خان اعظم ہی۔ اُس کا خراج گزار ہے۔۔۔  
”اگر کوئی شنگٹ ہی نے تمل کر دے تو۔۔۔“ ”شخل  
نے سراخا کر پہچا۔  
کیا کیا کیک رہے ہو؟“ درویش نے تحریر آمیز غصیلے لمحے میں کہا!  
”پورے شکر الیں اُس بدنگت کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا شنگٹ  
نہیں مل سکے گا، حکمی کاغذ بھا سکے۔“  
”اچھی بات ہے!“ شر جل نے کچھ سوچنے ہوئے کہا۔ ”میں  
جانتا ہوں کہ شنگتوں پر اپنے دھوکا کا سایہ ہوتا ہے۔ میں انکے  
اگر کوئی شنگٹ کسی درسرے شنگٹ کا غون بھا ہی دے تو کیا ہوگا۔  
”مقدس درویش!“  
”کچھ بھی نہیں ہوگا۔ مگر ایسا ہونے کیوں لگا۔“ شنگٹ  
درویش ہوتے ہیں اور کوئی درویش اپنے ہاتھوں کسی پیشوٹی کی بوت  
بھی پسند نہیں کر سکتا!“  
”جس میں سمجھ گکا۔“ شر جل نے سر بلکر کہا۔ ”کوئی شنگٹ خون ہم بھا سکنا  
لیکن اگر وہ کسی درسرے شنگٹ کو تمل کر دے تو دو بائیں نہیں ایسی گی تھیں  
نہیں پڑے گا۔“ اس باری نہیں ہو گی۔۔۔ درویش اپنے ہاتھ پر ہمیں جڑھ  
دوڑھیں گے۔!  
”یہاں یہی بات ہے!“ ”زیارت کاہ کے سب سے بڑے  
عابد نے آہستے کیا تھا اور انھیں بند کر لی چکیں۔“

”لیکن کیوں پیارے اڑو۔“

سچرہ سرداروں کی مزپھیں دہان چھوڑ کر یوں کی شلفون سے بھی زیادہ  
خیز ہو جاتی ہیں۔ اتنی پی بلیتے ہیں کہ ٹیوشن ہی نہیں رہتا۔  
ایک بار میں نے ایک سردار کی ذلت دیکھی تھی۔ بہت پی گیا  
تھا۔ اور ایک شریروںی چھوڑ کر اس کی موجھ پر کوئے شاری محفل  
میں سچائی پھر رہی تھی!“

”اویسے یا۔“ شاملا میں سے تو موجھ رکھتا ہی نہیں!“  
ایرج کچھ نہ بولا اب کھوڑتے دوڑتے رہے، خوڑتی ہی دیر بعد  
انہوں نے عقرب کو جالیا۔ اب اسکا کام ایسے تھے  
کہ ایرج نے اس کی گزدان دل پر چڑ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا  
کہ وہ ایک طرف مجھتا ہوا بولا۔ اڑے اڑتے اڑتے۔ اب اُو گزدان  
بلباڑا۔ غصہ میں عقل دے۔ کوہ ابیض نے مینڈھے  
کھترنگ میں کلاب چڑھنے لگتے ہیں۔ آئیں پسخ کہتا ہوں تو  
نے اچھا کیا کہ کلک کی سرداری قبول نہ کی۔ بہورہ تم نہیں  
سو کھے سو کھے دنیا سے چلے جاتے لیا۔ کلک کی سازی لڑکیاں  
تقل کر دی جاتیں اور تو مردوں سے کہتا کہ تجھے بھی جنگاڑا!“

سارے شاہیوں نے اقہانی لکھائی۔ اور عقرب نے  
ایک گیت شروع کر دیا۔ اسے پاپوں سے گنجی رہیں۔

پھر یاں گھوڑوں کی ٹاپوں سے گنجی رہیں۔

(۲)

اویسے اپنا بھارت۔ بہادر حسکاں۔ ایرج دہڑا۔  
لیکن عقرب اپنا تیر فنار گھوڑا گلترنگ کی راہ پر دال پکھا تھا۔  
وہ سب سے آگے تھا۔ اٹھ نوجوان سلاکیوں کی طوفانی۔ شیکار  
کے لئے نکلی تھی! خیال تھا کہ کوہ ابیض کی ترا آئی میں جنگلی مینڈھے  
پیکھا نے جاتیں گے۔ اجتو زیادی عقرب بھی کی تھی۔ اسی میں ایں  
دیکھو۔ اب دیکھو اس خذیر کو!“ ایرج نے دوسروں  
سے کہا۔ چلنے سے پہلے کسی باتی بنا تی تھیں اور اب بھاگا جانے  
ہے گلترنگ کی طرف۔“

”اڑے تو کون سی مصیبت آگئی!“ ایک ساتھی توں پڑا کیا تم  
نے گلترنگ نہ جانے کی قسم کہا کہی ہے!“

”ایس جیش نے مکھ دھوکا دیا۔“ ایرج نے غصہ لمحے  
میں کھا۔ اڑے بن بھی کر د پیارے۔ ایک بار تو گلترنگ  
کی زیارت کرلو۔“

”سینکڑاں بار زیارت کر جکھا ہوں!“ ایرج بولادیکیں  
میلے کے زمانے میں ہیں۔ مجھے فہرست ہے میلے سے تباہیں۔

”ایں پتہ نہیں۔ کچھ دور تک تو اُس کے گنوں نے ہمیں دور یا  
خواب!“

”متلاق کا کوئی سردار نہیں آیا کیا۔“

”کون آتا۔ کوئی جھی نہیں۔ بلکہ وہ اس نے سرخان کے سردار  
شہر جل کر جھی بے عزت کیا تھا۔ اس کی قسمی شر اب میں چین کے لیا تھا۔  
ویرے سے ایک رقصہ کو اٹھایا۔“

”چڑوہ لوگ اگے بڑھنے لے گئے۔ لیکن ایسی کا گھوڑا دہم جنم  
لیا تھا۔“ عقرب نے کہا۔ چلو۔ بوجہی کیا سوچنے لگے۔

”اچھا۔ سمجھ گیا۔ چھاشر میں کسی دھرتی ساری ہو گی۔“ اس نے  
”میں ملتا گئے نہیں جاؤں گا۔“ ایسی رسمیت سے کہا۔

”اے داہ۔“ عقرب ناہر نچاکر بولا۔ ”گویا یہ اسی تھکنی منت  
ہی سر پرے کی کیوں ہے۔ کیوں جاؤ گے۔“

”وہ خیر ہے۔“

”درستے۔“ عقرب نے تھراں بچھے میں کہا۔

”نہیں۔ لیکن میں اس کا خون کیسے تمہارے سکون کا بھاڑکش دو۔  
ٹنگشت نہ ہو گا۔“

”چلو۔“ میرا دادا و حمل گناہ تو کسی بیوہ کی طرح سر پیٹا ہوا اور میں  
بڑست پہنچاتے گا۔“

”تمقہے... گیت... اور عقرب کے ٹھکلے...“  
گلکر ہب تھوڑی ہی دور رہ گیا تھا۔ کہ تک انہیں اپنے گھر دری  
کو روکنا پڑا۔ کیونکہ سامنے والے سے بچھو لوگ بڑی بد خوبی  
کے عالم میں نکلتے دکھاتی رہے تھے۔ اس نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا۔ ان لوگوں میں سے کوچھ جنی  
بھی تھے۔!

”کیا مات ہے۔“ تم لوگ کون ہو؟“ ایسی نے پوچھا۔  
”وہ رک گئے۔ لیکن اسی طرح دیتے کی طرف پڑھ رکر دیکھ رہے  
تھے جسے کوئی ان کا تعاقب کرتا رہا ہو۔“

”قریبے۔ قریبے!“ ایک بوڑھا آدمی لپیٹا ہوا بولا۔ ”رت عظیم کا  
قبر۔ شیطان صفت شنگشت۔“

”پہلے تم اپنی سانسیں درست کر لو۔“ ایسی نے نرم لمحے میں کہا۔  
”دوسرے آدمی ختنے آگے بڑھ کر کہا۔“ میں صنیخ خیروں کے ہاتھوں  
بڑی دلت نصیب ہوتی ہے۔ نبی کاش وہ ولد الحرم شنگشت  
نہ ہوتا۔ اس نے ہمیں بوٹ لیا۔“

”کہا۔“

”میں۔“ وہ اس بار قہر بن کر نازل ہوا رہے۔ اگر ہمیں  
معلوم ہوتا کہ وہ یہی آتے گا تو کبھی ادھر کا وہ خیر کرتے۔“  
”کیا وہ تمہارا تعاقب کر رہے۔“

”ذرادیکھیں تو آخر یہ خیرہ میرے ہے یہاں تک کہ صرف نام ہی شاید ہے۔“  
”تھیں یہ خفاہوں کے میں اس سے الگ۔“ عقرب نے طنز کہ  
لجھے میں کہا۔ ”اب اس نامنگار کی شکل تھیں دیکھیں گے! چنانچہ جل  
کی طری قہقہ کی تھی اس سے۔“ بکری کی یمنگیاں اچھائیں گے اور  
پید دعائیں دلیں گے اس صورت حرام کو۔“

”اُدھے تو تم۔ رب عظیم سے معاوضت کرو گے۔“ ایرخ نے انھیں  
نکالیں۔ عقرب نے قصہ رکھا اور بولا ”تم جانتے ہو کہ چین ہی سے میں  
کراگان کے خان عیسیٰ کی ملازمت میں تھا۔ کیا آدمی تھا وہ بھی...“  
امس نے مجھے بڑی چالاکیاں سکھائیں ہیں... وہ کہا کہ تا تھا کہ رب عظیم  
کا نام لئنے والے عمومارت عظیم کو بھی دھوکہ دیئے کی کو شکست کرتے ہیں।  
ایشناشت والی ہوا بھی کسی مکار نہ کشت ہی نے اڑائی ہو گئی ایسے  
ہوش میں تو کبھی کوئی نہ کشت تقل نہیں ہوا کہ میں وبا میں اور قحط دیکھ  
سکتا۔ اڑالہ باری لمباؤں بھی ہوئی رسمی ہے چانسے کی نہ کشت  
کو مارو چاہے زمارو۔“

چپ رہو۔ بخیث ام کسی باتیں کر رہے ہو؟ ایرج ہے برا سا  
منہ بننا کر کما۔ اچھا بیٹا اکڑو۔ اگر اس خیرہ سر کو تمہارے ہی ہاتھوں مل نہ کرایا تو  
کچھ بھی نہ کیا۔ بزرگ دل آہیں کے نام منا ضیغم کا اور دم نکل گیا  
ابے اب تم سر پر یہی رومال باندھا شروع کر دو۔ مل بھیں۔  
بہت ماروں گا۔ اگر زبان جلانی! ایرج نے گھولہ دھلایا!  
ہے۔ مل بھی خیسے کرزوں ہی پر تواہ اٹھے کا تھیڑا۔ ابھی کیا ہے  
چھوکریوں کا عقل عام کر کے ورستیم کو ملا۔ شایش۔ شایش۔  
ارے چلو۔ یار۔ ایرج۔ ایک ساٹھی لا تھے بلکہ بولا۔

بے نفرت کرتے تھے اور طاقتور بھی تھا اور اپنے ساتھ بہترین بڑا کے  
رکھتا تھا۔ لیکن ضیغم خود سر کا کیا بکار لئتا جو شنگست بھی تھا!  
اس کے بعد اس نے ایک سوار کے تھے کے ذریعے براہما مان  
کیا اور مقتنے لگاتا ہوا اپنے ہورہا حکم اچاک کسی کے لئے نہیں اس  
کی کھوپڑی پر اس نزد کا اچھا سید کیا کہ ٹرے والوں والی لوئی دور  
چاگری! اس نے دھڑکا ہوا پلدا۔ چوتھے بھارنے والا چلا گین لادنا ایک طرف  
دوڑا جا رہا تھا۔ آس پاس کے لوگوں نے تھے لگاتے اور ضیغم  
پاگلوں کی طرح چیختا ہوا چوتھے بھارنے والے کے پیچے دوڑا۔  
لیکن آئندی دیر میں وہ نظروں سے او جھل ہو چکا تھا!

پھر پرے میلے میں بھرپال سا آگاہ ضیغم اُس دیر کی  
شکل تو نہیں دیکھ سکتا تھا، جس نے یہ مرکت کی ہی لیکن اس کا اندازہ  
حکا کر دے کوئی فوجان ہی ہو گا اب اس اپنے سی درجی ایک بھرپال  
کا ایک چاک لے کر اپنے دیر سے ہے نکل آیا۔ جہاں ہی کوئی  
رتضامیتی اُس پر چاکوں کی بارش کر دیتا۔  
”بول حرامزادی۔“ وہ کون تھا۔ جس نے پرے سر برداشت  
مارا ہا۔ ”وہ اُسے چاک بارتا ہوا چھتا۔“ اڑاکی بلبلائی ہوئی زمین  
پر دھیر ہو جائی! اس کا اچھا نام اپنے نام نہیں۔ اس کے ہاتھوں کو لو اس لے چکوں  
رفاہ کیا۔ اس کیا چھڑی چھڑی ہی ہیں۔ فیکن یہ تو اس لے چکوں

کے کچھ پتھر کر پڑا تھا! اس کے کچھ پتھر کر پڑا تھا! اس کے کچھ پتھر کر پڑا تھا!  
اُنکے دیکھ رہے تھے اور ناؤ کھارہ بے تھے۔ ایک منگٹ پر  
کون باخدا تھا! اپھر وہ سب اُس آدمی کے خون کے پیاس سے نظر  
آنے لگے جس نے اُس کے سر پر چوتھے بھاری تھی۔ کیونکہ اس افرادی  
یا اسلامی قدر کی ذمہ داری اُسی پتھر پر تھی۔ مگر وہ شاکون ہے۔  
وہ جو رابعہ عظیم کے قبر سے بھی نہیں ڈرتا تھا۔ چاروں طرف سنسنی  
پھیل گئی۔

(۳۶)

ایرج اور اُس کے ساتھی اپنے ساتھ چھے دیغڑہ توڑے نہیں  
تھے۔ اس لئے انہیں پہاڑیوں میں ایک اچھا ساغار تلاشی  
کرنا پڑا تھا۔ ایسا جس میں وہ اطہنان سے قیام کر سکتے اور اپنے  
گھوڑے بھی باندھ سکتے ایسا جس میں وہ اطہنان سے  
ایرج ان لوگوں کے ساتھ چلا تو آیا تھا۔ لیکن ابھی یہی بکار اپنے نے  
میلے کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ ”اعقرب البتہ حررے ہی سے غائب  
تھا!“ دوسروے چھ ساتھی تو کچھ غار ہی میں رہے تھے اور کچھ میلے میں۔  
اس وقت ایرج بھی غار سے باہر نکلنے کا ارادہ کر رہی رہا تھا۔

کہ ایک ساتھی بولکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔

”غصب ہو گیا۔ اکٹو۔“ فہ نینتا ہوا بولا۔ عقرب نے نیات برپا کر دی!“ کیا ہوا۔“

”بھرے ملے منیم کے سر پر چلتا ہوا کھاگ لگا۔“ ہمیں لد الیخ بیخ بیخ۔ ایرج نے تقدیر لکھا۔ بے تحاشہ ستارہ ایسے۔“ سن تو۔ سن تو۔ ستو بھی۔ خاموش رہو!“ ساتھی بھنجبلگیا ایسے۔“ کیلے ہے...!“ ایرج پیٹ دباتے ہوئے ہنسی روکنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

”ضیغم نے پڑے ملے میں ندر بہا کر دیا ہے... بیچاری رقصہ رکیوں پر چاہت پرشتاب پھر رہا ہے۔ عقرب اس کے باخوبیں آیا تھا اور سمجھتا ہے کہ وہ کوئی مچلا ہو گا جسے کوئی نہ کوئی لڑکی صور جانتی ہوگی۔ اور اس کے شکاری کے عقرب کو پہاڑیوں میں ڈھونڈنے پر پھر رہے ہیں! اگر ادھر آنکھ لوم مشکل ہی سے پیچا چھڑا سکیں مگر بے ایں۔“ ایرج سخینہ ہو گیا۔ ایرج اس کے لئے بے ایں۔“

”عقرب کہاں ہے؟“ اس نے پوچھا۔“ نہیں۔“

”پتہ نہیں کہ ہرنکل گیا۔ ایں۔“ وہ اپنی رانفل کی طرف یہیٹا ہوا بولا۔“ اگر اُسے چلو۔“ اسی کی قبرت عظیم کی قسم میں اُس خیر سر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

چاہے سارے شکرال پر انگاروں کی بارش ہو جاتے ہے!“ ہمارا۔“

”کہاں تے ہمرو۔ سن تو سی۔“ ساتھی بولکھا کر بولا۔“ دوسرے لوگ۔

بھی عقرب کو گالیاں دے رہے ہیں! ہمارا ساتھ کوئی بھی نہ دے گا۔“

”بکھر کی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔“ ایرج رانفل کو کانہ سے سے لکھتا ہوا بولا۔“ عقرب کی خانست کرنی ہے۔“

پتہ نہیں اُسے یہ کیا شو بھی تھی!“

”دوسرے کہاں میں۔“ ایرج پر پھر رانفل کی طرف پڑا۔“

”لے ملے یہی ہوں گے۔“ اس کے بعد ایرج پر پھر رانفل کی طرف پڑا۔

”یا اگر انہوں نے ہمیں یہاں پہنچیوں میں دیکھ لیا تو۔“

میبیت ہی آجائے گی! یکونک عقرب کی شکل کسی نے بھی نہیں دیکھی۔“

”دیکھتے بھی تو کیا۔ وہ تو ہر وہ پیٹ میں تھا۔“

”اُن کے آدمی کہ ہرہیں!“ ایرج نے پوچھا۔“

”پانچ پانچ کی ٹولیوں میں چاروں طرف پھیل گئے ہیں۔“ سنا تھی بولا۔

”چلو۔“ انکھیں کرو۔“ دیکھیں گے!...“ ایرج نے اُسے غار کے دہانے کی طرف دھیکتے ہوئے کہا۔“

”باہر چاروں طرف متاثرا ہے!“ اس کے بعد ایرج پر پھر رانفل کی طرف پڑا۔

”یا۔“ اکٹو۔“ ساتھی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔“ کہیں۔

پھر دیکھا۔“ اسی کی طرف پڑا۔“ اس کے بعد ایرج پر پھر رانفل کی طرف پڑا۔

”لبے کیوں مرا جا رہا ہے۔“ چلن کوئی ہمارے ما تھے پر لکھا ہوا۔“

ہاتھ اٹھایا تھا !۔

”ہم نے تو ابھی تک کسی پر بھی ہاتھ نہیں اٹھایا !۔ ایرج نے بخوبی سے جواب دیا۔ البتہ ان کے ساتھی کے چہرے پر ہدایات اُڑھ رہی تھیں۔ اُس نے لوٹھلا کر کھایا۔ ہم دونوں کلکاکی ہیں بھائی ۔ ۔ ۔ ہمارے ہاتھ اٹھانہیں جانتے ۔ ۔ ۔“

”تم چیپ رہو ۔۔۔ ایرج آنکھیں لکھاں کر غرقا ۔۔۔“  
”اویسے ۔۔۔ ہمارے سامنے آواز اوچی کرتا ہے ۔۔۔“ وحشی نے اُسے را تقل سما کر کہہ مارنا چاہا۔ لیکن ایرج پھر تی سے ایک طرف ہٹ کیا۔

”ماڑو ۔۔۔“ وحشی دھماڑا ۔۔۔ اور دوسرا بھی ہی لمحے میں، بقیرہ چار را تقلوں کے کندے پر بھی بلند ہو گئے اُنکرائی عموماً نے کار تو سب بہت احتیاط سے صرف کرتے تھے ۔۔۔ اگر دشمن فریب ہو تو ”دست پرست“ جگہ ہی کو تربیح دیتے! اس میں عموماً را تقل کے کندے چلتے یا پھر خبر بازی ہوتی۔۔۔ کلہاڑیاں بھی استعمال کی جاتیں ایرج نے بھی را تقل کا نام حصے اتاری ۔۔۔ اور اس کا ساتھی بھی سنھل گیا! وہ بھی بزدل تو شہیں تھا! اس بات صرف اتنی سی تھی کہ کلکاکی عموماً صلح چونی کی ہی طرف مائل رہتے تھے۔ اگر دشمن کے جھکڑے کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے تو یہی کوشش کرتے کہ جھسکرہا نہ ہوئے۔۔۔

ہے کہ ہمارے ہی کسی ساتھی نے اُن ولدی الحرام تک دھپ رہ سید کی تھی! ۔۔۔  
۔۔۔ مگر یاں مگر یاں عقرب بڑے فدا سمجھے اُن تے ۔۔۔ یہ کیا سوچی تھی  
اُسے!“

”کاغذی خان کی توکری نے اسے کہیں کاٹ رکھا!“ ساتھی نے پھنسدی  
سائس لے کر کھانے لے رہا تھا۔

”ہاں۔۔۔ آں۔۔۔ عقرب نے اُس سے زنجیوں کی سی عیاریاں اور بڑی  
مکاریاں سمجھی ہیں! کیسے کیسے بھرپ بھرتا ہے ۔۔۔“ ایرج بڑھ رہا۔  
”مگر اُسے یہ کیا سوچی تھی۔۔۔ اُس شیطان شنگشت کو کیوں چھپ لیٹھا اسی  
دو پکھڑی دوڑ چلے ہوں گے کہ آواز آئی۔۔۔“ بھروسہ اپنے  
”کھڑا مجاہد اے!“

وہ آواز کی طرف پڑتے تھے۔۔۔ اک قریبی چنان کے عقیقے سے  
پانچ را تقلین نسلک آئیں جن کے قریب انہیں کی جانب تھے اے!  
پانچ بدہیت کراغالی جو اپنے خیرہ سردار ہی کی طرح وحشی معلوم  
ہوتے تھے، آہستہ آہستہ آگے بڑھتے نظر آتے۔۔۔

چھروہ نصف دارے کی شکل میں اُن سے تھوڑتے ہی فاصلہ پر رکے  
ایک نے کڑاک کر کیا۔” تم میں سے کون ہے جس نے طرفوس کے بیٹے پر

۔۔۔ لہ سراغی خان عیسیٰ کی حیرت انگریز کمانی آپ جاسوسی دُنیا میں ”شیعوں“  
کی طریقہ داشتائیں کی شکل میں پڑھ چکے ہیں۔۔۔

نگاہ رہا مان گئیں! اپنی تقدیر کیں! جس دن تبر بazar تیزی کوپی سرخے گئے گی... اُس کے تیرے دن تیری رادح جنم سے نکل کر اُس دلدل میں جا پہنچنے لگی! جہاں گنگہ کاروں کی رو میں دن رات چھینی اور کراہتی رہتی ہیں۔ "اوہ جاؤ دن بھو جاؤ! " ضغیم خیرہ سرخے تھا جلاہٹ میں اُسی سے بھی ایک چاپک رستید کر دیا۔

”رب غطیم کا نام اونچا ہے۔ اپنی اپنی بھگ سے ہٹتے بغیر پر سکون آواز میں بلا۔“ یہ بھی تقدیر ہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تو آج کے تیرے دن اُسی دلدل میں جا چکنے گا۔ رب غطیم۔ رب رب غطیم!“ وہ زیارت گاہ کی طرف مر کر آئیں۔ آہستہ آہستہ اسکے بڑھنا پلا گیا۔۔۔ رب غطیم۔ رب رب غطیم!“ ادد ہمیں سروان میں انگنا ہٹ بخاری تھی!

ضیغم خیرہ سر جیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے اس طرح رخت ہوتے دیکھ رہا تھا۔ لڑکی جب چاپ اُٹھی اور بے تحاشہ ایک طرف دوڑتی پڑی گئی ایکن ضیغم خیرہ اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

”رب عظیم... رزب عظیم!“ ای پچی کی لگننا ہر سڑ اس اسکے کانوں میں  
گونج رہی تھی۔ یک بیک اُس نے جھر جھری سی لی اور کانوں میں  
الٹکلیں ٹکلیں کر پا گلوں کی طرح قمعہ لکھا۔  
پھر اپنے آدمیوں کو آوازیں دیتے لگا۔ مایہ دو چار جو قریب  
ہی میں تھے دوڑتے آتے۔

ادھر شیعہ نے تینیلے میں قیامت برپا کر رکھی تھی اور جنہوں لڑکیاں اپنے خیموں میں پڑی سکت رہی تھیں اُن کے نازکت جنمول پر ایشان بے لب سے نیل تھے ! -

دوسرے سردار پنج دتاب کھا رہے تھے! .. زیادت گاہ کے  
خدا میزروں پر کمالیاں بلند کئے ہوتے رہت عظیم کے فرمان دہراتے پھر  
رہتے تھے — لیکن یہ صیغم خیر سرکاجا بک تھا۔ کیسے وک جاتا..  
اس وقت بھی وہ ایک لڑکی کو پیٹ رہا تھا!

لہیک اسی وقت سب سے بڑے عابد کا ایک ایسی اُس کے پاس آیا۔ ایسا بھی شنگست ہی تھا اب بڑے عابد کا معیند خاص ادا

”اے بخیرہ سرا!“ اس کے زیارت گاہ کے لئے نانک لوچین دے رہ کھا بھر اس کے عصا کے سرے پر نصب تھا! ”اے بخیرہ سرا! ادھر دیکھ میں یہی شکست ہی ہوں۔“ تجھے ڈرے غابد کی طرف سے حکم دیتا ہوں کہ ایسے ہمہ روک لے۔“!

ضیغم نے ہاتھ روک کر ایک وحشیانہ ساقہ تھوڑا لگایا : اور پھر  
لڑکی کو چاپک رسید کر دیا، جو تسلیقی اور بیخختی ہموئی زمین سے اٹھنے کی  
کوشش کر رہی تھی۔

”تونہیں ٹستا؟“ ایمچی نے کہا۔ اچھا تو دوسری بات سن اربغظیم

”رب عظیم کہاں ہے۔“ اُس نے گرج کر پوچھا۔ اور وہ بوکھل کر ایک دوسرے کی شکل میں دیکھنے لگے۔

”تباہ نا۔“ ضیغم نے دانت پسے بننے والے پستہ نہیں سروار۔“ ایک گھنی رھٹی سی آواز میں بولا۔

”ٹھیک ہے۔“ پتہ نہیں۔ یہ ٹھیک ہے نہیں۔ اکوئی نہیں جانتا۔ کسی کو بھی پتہ نہیں!“ جان۔“ اس نے کہا۔ جذبے کچھ سوچتا رہا تھا جھاکر بولا۔“ ٹھہر وے اُسے آج ہی مرجانا جائیے۔“

”سردار۔“ ابھی فارڈالیں۔ مگر کے بازیں۔“

”ہر ایک کو بارڈا جس پر شبہ ہو جائے۔ جاوے، جاوے۔“

”وہ اتنے زور سے چھاکر گردن کی ریگیں یک چھوٹا آئیں!“

## (۶)

اُن آدمی کی جنگ بڑی کریمی تھی جن کے سر پر ایرج کی بادپل کا کنڈہ پڑا تھا اور دوبارہ نہ اٹھ سکا! دوسرے، اُن کا شردیدھکر بڑی طرح جھلا گئے اور پھر اسی مسوس ہونے لگا جیسے وہ ان دونوں کوہر حال مار دا لیں گے!

راقصین لاھیوں کی طرح حلیق رہیں!۔۔۔ کنڈتے ایک دوسرے سے ٹکرا کر آوازیں پیدا کر رہے تھے اور نعمتاً ایرج نے جھوٹائی

دے کر۔۔۔ ایک کو اور ٹھکانے لگایا۔

باتی بچے تین۔ انہوں نے ملی پھاڑنا شروع کر دیا۔

”یہی سور معلوم ہوتا ہے جس نے سروار کی توہین کی تھی۔۔۔ زندہ پنچ کرنے جاتے پاتے۔“

اب وہ دیوار دار حملہ کر رہے تھے اور بڑی طرح پٹ رہے تھے! پھر تقریباً بیس مت ٹکے کی سیل جاری رہا تھا! لیکن آخری آدمی نے بھی پیٹھ نہیں دکھاتی تھی! اڑتے کڑتے کراہما اور بھیوشن ہو گیا تھا!۔۔۔

”اکڑو۔۔۔ اب نکل چلوکتی طرف۔۔۔ اگر ان کی آوازیں۔۔۔“

اس کا ساتھی ورک کر رہا پنچے لگا!

ایرج بھی ہانپ ہی رامھاتکن چڑے سے تھکن نہیں خالہ ہوتا تھی۔۔۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غصے کی زیادتی کی وجہ سے سائیں تیزی سے چلتے گئی ہوں۔۔۔

”میلے میں ہانٹھیک نہیں ہے۔۔۔“ ایرج نے کچھ دیر بعد کہا۔

”ہم یہیں اس پاس ہی رہ کر اپنے گھوڑوں اور سامان کی حفاظت کریں گے۔۔۔ یہ عقرب کا پیچہ پتہ نہیں کہاں جا رہا ہے۔۔۔ ماڑھلے کا ضرور مرا جاتے گا! عقل ہی نہیں آتی گدھے کو۔۔۔“

وہ آس پاس سی کرنی ایسی جگہ تلاش کرنے لگے جہاں چھپ کر اپنے غار کی جگہ آنکر سکتے۔۔۔

کامیابی جلد ہی ہوتی ہے ایسے ایک غار تھا جس کے داخلے پر ایک چٹان  
اس طرح جھکی ہوتی تھی کہ دہانہ تقریباً چھپ کر رہ گیا تھا! ان کا اندازہ  
تھا کہ غار چھوٹا ہو گا لیکن اندر پہنچ کر محسوس ہوا کہ دہانہ تو تقریباً سو  
ڈیڑھ سو آدمی بہ آسانی چھت سکتے ہیں! اندر آمد صراحتاً!  
کیا دوڑ کر غار سے ایک شعلہ آٹھا لاول...» ساتھی نے پوچھا۔  
”نہیں! میرے تھیں میں تیل کا ڈبہ اور گولا موجود ہے!“ ایرج  
بولا۔

کچھ دیر بعد غار میں روشنی ہو گئی! اپڑے کا ایک گولائیں پہنچوکر  
روشن کر دیا گیا تھا! «... ہمیں سی سسکی کے ساتھ کامیتی،  
”نہ... نہیں۔ رحم کر د۔“ ہمیں سی سسکی کے ساتھ کامیتی،  
ہوتی سی آواز آئی اور ایرج اچھل پڑا۔

”ارے— یہ کون...!“ ساتھی بھی آواز کی طرف مڑا۔ سایں  
جانب والے بڑے پھر سے کوئی چٹا ہوا تھا! گولے کی روشنی  
اتنے بڑے غار کے لئے نامکافی تھی! اس لئے اُس کا پھرہ ڈال دیکھا جا  
سکا! گولازیں پر پڑا ہوا مل رہا تھا!

”خبردار اپنی جگہ سے جلسنہ کرنا!“ ایرج عترایا اور جھک کر روشن  
گولے کو خجھ کی نوک پر اٹھایا۔  
پھر پر نظر آنے والا متحرک سایہ روشنی میں آگا۔ یہ ایک  
خوزدہ لڑکی تھی! ...

”نہیں...!“ وہ گرگٹا تھی ہوتی بولی۔ ”رب غیم کا واسطے مجھے ہاتھ نہ  
لگانا۔ نہیں کچھ نہیں جانتی...“ مجھے علم نہیں کہ وہ کون تھا! اُم  
کرو... حمد کرو... مجھے سردار ضیغ کے پامن نہ لے جانا...“  
”اوہ...!“ ایرج نے طویل سالنی لی! ”میں قسم کھاسکتی ہوں۔ کوئی طریقہ قسم دو مجھے اب...“  
”ڈر نہیں!“ ایرج نے زرم لجھیں کہا۔ ”تم ہمیں فلسطینی ہو رہے  
ہمادا اُس خیرہ سر سے کوئی تعلق نہیں!“  
”لڑکی کچھ نہ بولی۔“ وہ اب بھی کانپ رہتی تھی!...  
”یہاں تمہیں کون لایا ہے۔“ ایرج کے ساتھی نے پوچھا۔  
”مم... میں... یہاں آپھی ہوں!“ اس دلوانے بنے  
کتنی لڑکیوں کے چہرے بکار ڈیتے ہیں۔ کوئی کسی کو کیا پتہ کہ اس کے سر  
چھت مارنے والا کون تھا۔!  
”تم اُدھر کا دھیان رکھو!“ ایرج نے ساتھی سے کہا اور وہ غار  
کے دہانے کی طرف چلا گیا!  
لڑکی کہہ رہی تھی! میں سرخان سے آتی ہوں! سردار نشیجل کے  
ساتھ...!  
”ہوں۔ اچھا۔ ڈر نہیں بیٹھ جاؤ۔ ہم تمہیں نشیجل کے  
ٹوپرے مک پہنچاویں گے۔!“  
”مشش۔ مشش!“ غار کے دہانے کی طرف سے آواز آئی۔

غالباً ساتھی نے ایرج کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا تھا۔ ایرج تیری سے آداز کی جانب بڑھ گیا!

بابر بیوشن مقلاتیوں کے قریب کچھ لوگ نظر آتے۔ یہ بھی بیاس سے مقلاتی، ہی معلوم ہوتے تھے۔ اس سکتا ہے شیرہ سر کے ساتھیوں، ہی پس سے رہے ہوں۔!

ایک بیک اُن میں سے ایک نے پیغام رہی اور سر کو پکڑ کر بیٹھ گیا۔ خون کی چادر اُس کے چہرے پر چلی رہی تھی۔ وہ آگے تیکھے جھول رہا تھا۔ اُس کے دوسرا ساتھی بوکھلا بوکھلا کر چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر جیسے ہی وہ اس تازہ زخمی کی طرف متوجہ ہوتے۔ اُن میں سے ایک نے پھر پیغام رہی اور وہ بھی سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اُس کی پیشانی پر بھی خون بہتا لظفرا رہا تھا!

پہلا زخمی جھومتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ وہ پھر چاروں طرف دیکھنے لگے تھے۔ استثنے میں دوسرا نے بھی زمین پکڑ لی۔ اور پھر وہ انہماں سر ایسی بیکی کے عالم میں ایک طرف بھاگ نکلے۔

”یہ کیا ہوا۔!

”اُس حمراخور کے علاوہ اور کون ہو گا۔!

”ایزح ہنس پڑا۔

”وہ قریب ہی کہیں موجود ہے۔

”اب دیکھو! کیا ہوتا ہے۔!

سردار شر جیل نکے ڈیرے میں رجھاتی سردار بھی موجود تھا اور دونوں تھقے لگا رہے تھے۔ پھر سیک بیک رجھانی سردار سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ اُس ولد المحرم نے بڑے عابد کے ایچی پر بھی پا بکسے حملہ کیا تھا۔ اب اگر اس کے ساتھیوں پر آسمان سے پھر ریس تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ رب عظیم کی طاقت سے کون ٹکڑا کسکے گا!

”مگر وہ کون جیلا تھا سردار! جو اسے سر بازار رسوائی کیا۔ نہ پہنچ پوچھیں اچھل کر دور جا پڑی تھی۔!

”رب عظیم کا تھر بوجھلا دے کی شکل میں نازل ہوا تھا! بڑے عابد نے اپنے خصوصی فلام کو بتایا ہے کہ ضغیم کا آخری وقت قریب ہے۔ وہ اس طرح مارا جاتے گا کہ ن تو اس کا ایک قطرہ خون بسے گا اور نہ وہ مرتے وقت زمین ہی پر ہو گا!

”یہ کیسے ممکن ہے۔

”کسی طرح جیسے آسمان سے پھر بستے ہیں۔۔۔ انہوں نے پہاڑوں سے تین لاشیں اور چار زخمی اٹھاتے ہیں! اپنے کا حشر انہوں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ مگر دو آدمی تو اُس کے سامنے ہی

یہ رہے ہو کہ میرے داہنے ہاتھ میں چاپک ہے اور بائیں ہاتھ میں آگ الگنے والا چڑھا سے ہماہما ہا۔ آ۔ آ۔ ہماہما ہا۔ ہا۔ ”  
”او۔ ۔ سرت غلیم ۔ ۔ میرے معبد !“ شریل دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔  
”تو فیصلہ کر کہ میں کیا کروں ؟ میں جو صحاک کے شیطان صفت باپ کی  
کھوپڑی اپنے پیروں کے نیچے رکھتا تھا !“  
”صحاک میرا دوست تھا !“ ضیغم حلق پھاڑک روہاڑا۔ اُس کا انقام  
تم سے صور لوں گا۔ بہت اچھا ہوا۔ ۔ ۔ ۔ بہت اچھا ہوا۔ ۔ ۔ ۔  
تم نے خود ہی یاد دلایا ۔ ۔ ۔ میں تماری بو طیاں نوجوں گا۔ ۔ ۔ ۔ چیل  
کوؤں کو کھلاوں گا۔ ۔ ۔ ۔ سکا سنکا کر ماروں گا۔ ۔ ۔ ۔  
”صحاک کو تو ایک کلکی چکر کے نے مارا تھا !“ زر جان کا سردار  
بلکا۔

”تم چپ رہو! میں تم سے بات نہیں کر رہا۔!“  
 دفعتاً باہر سے آواز آتی۔۔۔ ”سردار یہ رہی ایک اور لڑکی...!  
 اور ضیغم جھپٹ کر باہر نکل گیا۔ شاید یہ اُسی کے کسی آدمی کی آواز  
 تھی۔۔۔

سامنے سے ایئرٹ آتا ہوا دکھاتی دیا! اس کے ساتھ وہی لڑکی تھی جس سے اُس نے شر بیل کے ٹوپیے تک پہنچا دینے کا وعدہ کیا تھا!۔  
صینغم غرا کر اس کی طرف جھپٹا!۔

” تو کہاں تھی ۔۔۔ تیرے گالوں پر چاپک کے نشان کیوں نہیں ہیں!؟ ”

ڈھر ہوتے تھے!۔

”بڑی عجیب بات ہے۔ زب غنیم کا سایہ ہم پر رہے۔“  
دنعتا خیمے کے باہر سے چینخ و پکار سُنائی دی۔ وہ چونک پڑے۔  
رجان کا سروار دکی طرف جھٹتا۔ اور پھر یو کھلاگر تیکھے ہٹ آیا۔  
”کیا بات ہے؟“ شریل غزایا۔

”وہ ادھر ہی آ رہا ہے ۔“  
”کون ۔؟“

”صیغم۔ خیرہ سرا۔۔۔ شتریر کا بچہ۔۔۔“  
”آئے دو۔۔۔ اے شر جل کو شاید غصہ آگنا تھا۔۔۔“

ضیغم آندھی اور طوفان کی طرح نیمے میں داخل ہوا۔ اُس کے ایک  
ماہدوں میں چاپک تھا اور دوسرے میں ریلو اورز۔ ریلو اور کی نال  
نمیں دونوں کی طرف مچی!۔

”اچھا اچھا!“ صیغہ دھڑا۔ ”یہ رجباں کا غرگوش زیماں ہے۔ یہ کیوں بے اکیا وہ تیرا ہی آدمی نہیں تھا جس نے میری توہین کی تھی۔ میں اُس وقت تیرے ہی ڈیرے سے تو دالیں ہوا تھا!“

”ضیغم—ہوش میں آؤ۔ سرداروں سے اس طرح نہیں پیش آیا کرتے؟“ شریل نے نرم لہجہ اختیار کرنے کی کوشش کی۔ تم کسے شنگشت ہو۔؟“

”ابھی اور بُری طرح پیش آؤں گا!“ ضیغم نے تھوڑہ لگایا اُتم دیکھ

وہ پاگلوں کی طرح دھراڑا۔

بیٹھے پر مکارا۔

ضیغم کو پہچانتا نہیں تھا! لیکن اس کے باخھ میں چاپک دیکھ کر اندازہ

ہو گیا تھا کہ وہی ہو گا!

ضیغم گھونسہ کا کڑتی تھیچے ہلتا ہوا کسی زخمی شیر کی طرح دھراڑا تھا! اُس کے

آدمیوں نے ایسیج پر جھینٹنے کی کوشش کی!

”خبردار ہے! کوئی آگے بڑھا تو جنم میں پہنچا دوں گا!“ یہ کون ہیودہ

ہے جس نے میری سا عتمی کی توہین کرنی چاہی تھی!

ضیغم کے ساتھی ٹھنک گئے۔ آس پاس سناٹا بھاگیا اب شرجل

چھتے کے درپر کھڑا تھیزان انداز میں پلین جھپکا رہا تھا!

”تو مجھے نہیں جانتا۔ میں ہوں ضیغم خیرہ سر! مھٹر تو سی اگر تیری

لاش میلے میں نہ گھستوائی!“ ضیغم پاگلوں کی طرح دلوں ہاتھ ہلاکر

چھا جا!

”اچھا تو تم خیرہ سر ہو!“ ایرنج نے طنزی سمجھے میں کہا۔ ”تجھے بھی

دیکھو! میں بھی ایک خیرہ سر ہوں! یہ بڑی اچھی بات ہے کہ تم مل گئے۔

آق: .. لکھا لو بخیر...! ادل چاہے تو ریلو الور ہی سنبھال لو۔ میں

ہر طرح تیار ہوں۔“

”اُنداداں... اُندا سمجھو لڑکے...“ شرجل چینا۔ یہ نگاشت

بھی ہے۔ تو اس کا کچھ نہ بگاڑ کے گا!“

”نیگشت!“ ایرنج نے خواہ مخواہ تھیزان انداز میں پلین جھیکا تھیں! پھر نہس پڑا۔ نہیں مجھے بھکانے کی کوشش نہ کرو! نیگشت خیرہ سر نہیں ہوتے۔ وہ تو دن رات تربیت کے گیت گھاتے رہتے ہیں!

”فاموسش از ہو!“ ضیغم ہاتھ ہلاکر چینا۔“ ہاں میں نیگشت ہوں!

یہ دیکھو! اسے سیرے دلوں ہاتھوں میں چوچھا انگلیاں میں!“ قریب ہی ایک مریل سابوڑھا کھڑا تھا۔ بک بیک اُس نے اچل کر اُس کے سر پر اس زور کا ہاتھ رستہ کیا۔ اکیدا پھر توپی سر سے ہوا ہو گئی! پھر تو ایسا شور اٹھا کہ آئں پاس کے مردے ہی نیز نہیں کرو ڈیں لینے لگے ہوں گے!

اسن میں تھکتے بھی شامل تھے اور ضیغم کی دھاڑیں بھی۔ اُس کے آدنی جو پہلے تو جو پچکے رہ گئے تھے اب اُسی بوڑھے کے پیچے دوڑے جا رہے تھے۔ آئن بار تو ہر ایک بنے اُس کی شکل کو کھی بھتی! اور سناتے میں آگیا تھا۔ وہ مریل سابوڑھا جس کا جنم کر کے یحکماو کی وجہ سے کمان ہو رہا تھا۔ پچوں سے بھی زیادہ پھر تیلے پن کا مظاہرہ کر کے روز جکر ہو گیا تھا۔ اور ضیغم کے آدمی دکھاڑے کے طور پر دوڑنے چلے گئے تھے! پھر ضیغم بھی ایرنج کو دیں چوڑ کر اُدھر ہی دوڑتا چلا گیا۔ اس بار تو اُسے اپنی ٹوپی اٹھانے تک کام ہو شن نہیں رہا تھا!

قہقہے۔ قہقہے۔ چار دن طرف کے تھقہوں سے کان پڑی آفاز نہیں سناتی دیتی تھی اور ایرج نے شیم کا ریواز اپنے شکاری قیصلے میں ڈال لیا تھا! اس کا سبب ایرج کے پاس جا پہنچنے لگا۔ لڑکی بھاگ کر شر جیل کے پاس جا پہنچنے لگی۔ ایرج بھی آہستہ خیسے کی طرف بڑھا! شر جیل نے بڑی گرمبوشی سے اُس کا استقبال کیا! زبان کا سرفراز اُسے گھوڑا رکھا! ”تم کہاں تھے؟“ بیٹے نہ۔ میں تو پہلے ہی دن سے یہاں ہوں۔!“ لیں یونہی نکل آیا تھا شکار کیتے ہوئے۔ یہ لڑکی خونزدہ تھی غاز میں چھپ گئی تھی۔ اس نے آپ کا نام لیا! پس نے کما چلو پہنچا دوں۔!

”جاو۔ تم اندر جاؤ! اب باہر مت نکلنا!“ شر جیل نے لڑکی سے کہا پھر ایرج سے بولا!“ شاید ہی ایک الیسی بچی ہے جس کا چھوڑا غدار نہیں ہوا درد اس حرامزادے بنے تو۔!“ ”یہ کون ہیں۔!“ زبان کے سردار نے اس کی بات کاٹ دی۔ ”یہ۔ اُوہ۔ یہ میرا اپنا ہی بچہ ہے۔! میرے ایک جگری دوست کا لڑکا!“ ”کیوں بیٹے! اکیا تم نے پہلے کبھی اس خیرہ سر کا نام نہیں لٹتا!“ رجان کے سردار نے پوچھا!“ ایرج نے نرم

”نام نہ لانا! اسکل آج ہی دیکھی ہے۔!“ ایرج نے لاپرواٹی سے کہا۔

”اچھا تو تم آب میلنے سے رخصت ہو جاؤ! تو قدر ہے۔ اگر وہ واپس آگیا تو۔!“

ایرج کے ہونٹوں پر خیف سی سمجھا ہے بظراً اُن اوزوں شر جیل کی طرف دیکھنے لگا۔

”ہاں بیٹے۔! سردار کا پشوہرہ بہت مناسب ہے۔!“ ”ہاں۔!“ ایرج نے طویل سانس لی۔ لیکن میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ کتنا خیز آدمی ہے۔! .. ایک گز در سا بوڑھا بھرے مجمع میں چوتھا جا رہا گیا۔!“

”ارے۔ وہ تورت غطیم کا تھر تھا!— عذاب کا فرشتہ جو بولڑھے کے بہزوپ میں آیا تھا اور چلا دے کی طرح غائب ہو گیا۔ کیا تم نے شانہ نہیں کر اُس کے آدمیوں پر آسمان سے پھر بڑھتے ہیں۔!“ ایرج کو ہنسی آگئی۔ عقرب کی مکاریاں کیسے کیسے گل کھلا رہی تھیں۔! پورے شکر کاں میں اُس سے بڑا عیار شاید ہی کوئی دوسرا نکل سکتا۔!

”تم مہش رہتے ہو لوڑ کے!“ رجان کے سردار کے لمحے میں جھنجلاہٹ تھی۔! جھینیں رات غطیم کی تدرت میں شبیہ ہے کیا ہے۔“ ”نہیں معزز سرفار! میں دوسری بات پرہنچا تھا!“ ایرج نے نرم

لچے میں کہا۔ امیرے لئے بھی رب عظیم کا یہی حکم ہے کہ کسی کو بھی بیٹھنے  
دکھاؤں!۔

”بچوں کی سی باتیں نہ کر دیتیے! با جاؤ یہاں سے درنے میں تم سے خفاہو  
جاوں گا۔ .. !“ شرجیل نے کہا۔

”یا یغم! جیسی آپ کی مرضی! .. !“ امیر چ تیرزی سے دوسرا طرف  
ڑیگا!۔

شرجیل اُسے جانتے دیکھتا رہا۔ پھر جب وہ اگلی ڈھلان سے پنجھ اُر  
گیا تو اُس نے ایک ٹھنڈی سالنی۔ اور خود بھی خیسے کے اندر چلا آیا!

(ک)

ضمیم اپنے آدمیوں پر چاک بر سار رکھا اور وہ چاروں طرف جماگے  
پھر رہے تھے! لیکن آنی ہفت بھی نہیں رکھتے تھے کہ وہاں سے ہٹ

یہ اُس کی پُرانی عادت تھی! اگر کسی ایک پر غصہ آ جاتا تو اس وقت  
واہی موجود ہونے والوں میں سے کوئی بھی نہ بجتا! .. وہ پیختے رہتے  
اور پلتے رہتے! احتی کہ ضمیم تھک کر خود ہی را تھروک لیتا!

یہ میں دوبار ”لُوپی“، اچل چکی تھی! لیکن آج دوسرا دن بھی گزر جانے  
کے باوجود اُس نظرے کا پتہ نہیں گا سکا تھا۔ اس وقت اسی کا غصہ

لچڑا تھا! اسی کا پتہ نہیں گا۔ اسی کا پتہ نہیں گا۔ اسی کا پتہ نہیں گا۔  
”لچڑا اُو سروار۔“ دفعتاً ایک بیٹا تھی را تھر اٹھا کر چینا۔ ”سُن لو تو  
میری بھی ایک بات سنو .. لو۔“ میں تم مجھے عقلمند سمجھتے ہوںنا! اسے بات  
ہے اسکے لئے میری بھی طلباء! اسے کامی والوں میں تو بہر حال بھتنا  
ہے! بول۔ — جلدی بول! .. !“ ضمیم چاکر والا ہاتھ روکت ہوا

”وہ کوئی آدمی نہیں تھا! .. !“  
”تو پھر کیا وہ سوچ رہا تھا جس نے تیرے دادا کی قبر پر بوطیں لکھائی تھیں؟“  
”نہیں تھے! وہ تاریخیاب کا فرشتہ تھا! ام پر آستانے سے تھرستے  
ہیں جب ہم اُس کی تلاش میں نکلتے ہیں!“

”لکھاں بننے کرو۔“ اس نے پھر چاکر بھاڑا دیا۔ ساٹھی تملکر  
دیکھے ہستے گیا! لیکن ضمیم کا پاتھر دوبارہ نہیں اٹھا تھا! دفعتاً وہ کسی بڑی  
لیکن پڑ گیا! پھر کچھ دیر نجل بولا۔ ”تب کہ چین کی باتیں ہیں! پچھے بھی ہوںے  
تملاشیں کرو اور کھینچی ہوئے میرے سامنے لاو۔“ اس طرح کھیسو کر  
یہاں پہنچتے پہنچتے اُس کا سا بسم بھلنی ہو جلتے۔ اُن سے پہنچ کے  
بعد میں اس زیارت کا ہدایتی ایسٹ سے ایسٹ سکا دوں گا!“  
”اسے بابت رہے!“ پٹھنے والے نے پیٹ پر اٹھ پھیر لے ہوئے  
کہا۔ اور اس طرح انھیں بھاڑنے لگا جسے اُسے ضمیم نظر ہی نہ ایسا ہوا!

بڑے عابد کی عمر خواہ مخواہ پُر حتی ازہتی ۱۰۰ دیکھنا ۱۰۰ تم سب دیکھنا ۱۰۰  
اُن کی وجہ دون پر جو ایساں اُڑ رہی تھیں پہنچنے نیک ب تھے اور حل  
میں کانٹے پُرے جا رہے تھے اسے ۱۰۰ بُلنا ۱۰۰ بُلنا ۱۰۰ بُلنا ۱۰۰

(A)

غار میں الاؤز و شن تھا اور وہ سب اُس کے گرد بیٹھے ہوتے کالی طنکوں سے تیار کر دے چاتے پی رہے تھے اتنے میں عقرب داخل ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں بڑیے بالوں والی ایک ٹوپی تھی! اس کے ہاتھ پر الاؤ کے قریب پہنچتے ہی اُس نے کہا تو میں بہت دولت مند ہوتا جا رہا ہوں جایا تو تم کیسے گدھے ہو کر مجھے دیکھ کر احتراماً اکھڑے بھی نہیں ہوتے اس کے بعد عقرب نے بالوں والی ٹوپی کو بڑھانے لگا۔ ”چل لے زندگا!“ اپر ج نے جلتی ہوئی لکڑی اٹھاتی تھی۔ ”یہ ٹوپی تو دیکھنا پیار ہے!“ عقرب نے بالوں والی ٹوپی اُس کی طرف بڑھانی جس پر کمی بیگدا ہات کے بنے ہوتے کچھ نشانات بھی نصب تھے۔ اس نے اس تو اسی خدا کو معلم رہ گئے تھے۔

”بالکل۔!“ عقرب نے بخیگی سے کہا اب میں یہ دیکھنا جایتا تھا کہ سرسرے گزتی کس طرح ہے، لیکن اس بار یہ سیرت ہاتھ پریس رہ گئی۔!

”بڑا نا بدعا میرے متقبل کے بارے ہے میں بڑی خبریں پھیلائے ہے“  
ذخیرہ فرماتا ہے پس کر بول ”ذین بھی تو کھوں گا کس کا ہا تھا بختا ہے  
مجھ پر ... !“

بھروسہ کسی سوچ میں پڑ گیا اب ایسا معلوم ہوا رہا تھا جیسے اس کے ساتھیوں کو سانپ لونگھ گیا ہو باقیت دلت بھی ان کے چڑوں پر اتنی سراسیکی نہیں دکھائی ذی تھی جتنی اب نظر آرہی تھی ازیارت کا بک تو بک کے تصورے سے تھی ان کے دل کا نپر ہے تھے تھے نہیں۔

ضیغم تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا، پھر کیک بیکت اب پڑا۔ بڑے  
عابد پر میرے علاوہ کوئی راجحہ اٹھا کے کاکیوں کھودا بھی ایک  
ٹنکھت ہی ہے۔ نہایت بخوبی اپنے کام کر جو رب غظیم سنے مجھے  
پہنچا کر کے بڑی غصہ نہیں کا بہوت دیا ہے۔ اگر نہ کہتا تو اسکے

اُدھر ساری جانستے الاو میں جھونک دی۔!  
”او بگل۔ او گدھے۔ یہ کیا کیا“ عقرب دلوں پا ٹھوٹ  
سے رائیں پیشًا ہوا چھا۔  
”کلاکیوں پروٹ کا مال حرام ہے! انس مت جھولاؤ کر۔“ ایرج  
نے آنکھیں نکالیں۔  
”او۔ ایرج۔ او اکڑو۔“ کیوں شاست اتنی ہے؟ اس  
نے تھیس سے چھڑے کافلاج نکالتے ہوئے کہا! تیرے سر کے بھی ہزار  
ٹھکڑے ہو جائیں گے۔ اگر مجھ سے اکڑا۔ ضغیم کے دو ادمیوں کو  
پانی مانگنے کی جی مہلت نہیں لی جی۔“

ایرج نے اس طرح اٹھ کو جبش دی جیسے منہ کے قریب چکراتے  
والی کوتی مسکھی اٹھاتی ہوئی۔ دوسرے متنے لگے! اور عقرب سر جھکا کر  
چاہتے ہوئے رکھا۔

چھڑھوڑی دیر بعد بولا۔“ کل میں اسے تیرے ہی ہاتھوں سے  
تمل کراؤں گا۔“ اس پر کوئی کچھ نہ بولا۔ ایرج سر جھکاتے الاو کے کنارے جنم  
ہوئی راکھ کو کرید رہا تھا!

مشکل تر از جملہ میں (۵۹)۔

وہ مری شام ضغیم چھڑھیل کے خیسے میں جا گھسا اپنے نہیں کیوں اس  
کے گوچیا بس میں پھر رکھ رکھنے کے تین

”او کخت۔“ لکھوں خواہ مخواہ فساد بر پا کردا ہاٹھے تو نے!“  
”ستے جاؤ۔“ عقرب نے قیصر لگایا۔ ان وقت تو اس کے درستے میں  
گھس کر ہاتھ کی صفائی دکھانی پڑی تھی۔ اس کے آدمی مجھ سے اس روئی  
طرح مختلف میں کچھ نہ پوچھو۔“ ہاڑا۔“ عذاب کافر شستہ سمجھتے  
میں مجھے۔“

”اگر کسی وقت تیری نقی طاری گرگئی تو سارا بہرہ دھرارہ جلتے  
گیا!“ ایک سا بھی بولا۔“ اسے لاؤ۔“ وہ بھی الاو سکے قریب پڑھتا ہوا بولا۔  
چاہتے اُسے دی کتی اور اس نے اپنے ہی گھوٹ پر برا شامہ بنایا!  
اُر الالا!“ اُس نے بے شاید کالی ٹوکروں کی تباہی ہے۔ کسی بڑی  
دھمکی اتری ہے۔ پر بظیع تم بچا دوں کی مغلی دوڑ کرے۔“  
خیریہ لو۔“ اُس نے جھسے میں ہاتھ ڈال کر ایک پیکٹ رکلا از۔

اور مھنڈی سالنے کر کہا۔“ یہ آدھر سیر پڑھا جاتے کی پیمان میں۔“  
رب غلطیم نے مجھے دولت مند بنایا ہے تو میں اسپے غریب بھائیوں  
کی مدد کیوں نہ کروں۔“

”سیر چاہتے۔“ خوشی کامشتر کے غزو۔“ غار میں گونج اٹھنا!  
”یہ کہاں ملی۔“ ایرج بہت زیادہ بخیہ نظر آ رہا تھا!  
”ضیغیم کے ذخیرے ہے۔“  
”ادھر لاؤ۔“ ایرج نے ہاتھ پر جا کر پیکٹ لیا۔ اسے کھولا۔

کے سچھے طریقہ کیا تھا اب۔ مل کر قاتل اور اس کے درمیانی میں خیبی تھا۔  
دل ”اویس سرخانی“ گدھے۔ اس نے خیبے کے درمیں پڑوک کر  
شربیل کو فنا طلب کیا۔ میں تجھ سے جواب طلب کرنے آیا ہوں۔  
”آدمیوں کی طرح بات کرو۔“ ضغیم!“ شربیل نے غصیلے لمحے میں  
کہا۔ میں نے تھا آکیا بکارا ہے جو تم اپنے طرح پیٹ آئے ہو۔  
”لماں توں رہ کر دستِ خزان نے درمیانی میں خیبے کے درمیانی میں  
فیضِ مادو رہ کر دستِ خزان کیے تھے؟“ اس نے دستِ خزان کیے تھے؟  
ایک سکلا کی چھوڑنے کے لامھوں۔ اس نے لاپرواںی سے  
کہا۔

”لکن لواس کا حمایت میں بنتے باتیں نہیں تھیں۔  
اچ بھی ہوں۔ ووچر؟“  
”ایسا بخزنکال۔ میں تجھے مقابلے کے لئے تکارتا ہوں۔“  
ذعقا باہر سے آواز آئی۔ ”جاںے دو۔“ تجھے اندر جانے دو!  
میں سردار ضغیم کی تلاش میں ہوں اور یہیں ہیں۔ ان کے درمیان  
پر معلوم کیا ہائیں نے۔“  
”آنے دو۔ کون نہیں؟“ ضغیم جو آوازِ طرف متوجہ ہو گیا تھا علاما!  
اس کے آدمی شاید باہر موجود تھے اور انہوں نے کسی آنے والے کو روکا  
تھا۔

”اویس پر وہ ہٹا اور آنے والے کو دیکھو کر شربیل عربی میں پڑا۔“

لیکن خاموش ہی برا تھا کیونکہ اس نے بھی شریعت کی طرف توجہ نہیں۔  
وی تھی۔ یہ عقرب تھا۔ اور اس وقت بھروسہ پیٹ میں خیبی تھا۔  
”تم کون ہو۔ کاچا تھے ہو۔“ ضغیم نے اُسے گھوڑتے بھروسہ پوچھا۔  
”میں نلک شیر ہوں سردار۔“ اور آپ کے لئے ایک ایسی پڑھا  
لایا ہوں کہ آپ مجھے کم از کم اکت بیسر چاہے تو بخش ہی دین گے دادو۔  
”جلدی یکو ہو۔“  
”میں نے اُس دال الدحیم بوطھے کا پتہ لگایا ہے۔“  
”شریعت کے ہوں مطلب ہے اور پھر سختی سے بند ہو گئے! اس کی آنکھوں  
میں الجھن کے آثار تھے!۔  
”نہاں تھے۔“ کھڑتے۔  
”ایسا مصاحب بناؤں گا۔ بہت بڑا ادبی ہو جاتے کھاتو۔“  
”سردار کی فہرمانی۔“ عقرب نے ہاتھ جوڑ کر دانت لکال دیتے۔  
اور پھر بللا۔ لیکن سردار وہ ضرور کوئی برقی فرود نہیں۔ میں نے تھوڑی  
ویزی ہوئی اسے ایک نارین کیجا تھا اُن توہ سردار۔“ لگتا۔  
”عقرب کا نیچہ گیا۔“ اس کے چہرے پر خوف کے آنداز نظر آنے پا  
گئے۔  
”ہو۔“  
”اویس پر وہ پکے خرگوشیں کھا رہا تھا۔“ بکھال شیفت۔“ ایسا

وہ پھر رہا سامنہ بنا کر کانپ گیا!  
”وہ کوئی بھی ہو! میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا!“ ضیغم پیر بیخ کو  
دعا کرتا۔ اچھا لوچھرا پسے پائچ آدمی میرے ساتھ کر دیجئے۔ زیادہ بھڑکتی  
تو وہ ساتھ نہ آ سکے گا!

”من خود چلوں گا!“ ضیغم غراہا۔  
”ارے نہیں سرفار... اگر اُس نے پھر آپ کی توہین کی توہین  
دہیں اپنی گردب ریت والوں کا!“

”مکوان مست کرے جل۔ من چھپا لیجھیم ضیغم نے اسے دھکا  
ضیغم بالہ نکل کر لالا۔“ پائچ آدمی۔ ”صرف آدمی ائمہ میر  
ساتھ۔“ پھر اُس نے ماخ کے اشارے سے پائچ آدمیوں کو بیٹھ  
لگوں سے الگ کیا۔ اور عقرب کے ساتھ ایک جات پل پڑا۔

(۱۰۵) (۱۰۶)  
زیارت گاہ کے مسجد میں بڑا عابد سر بسجدہ تھا! اور اُس کے مریدین  
کچھ فاصلے پر لصف دار تھے کی شکل میں ماخ باندھے کھڑے تھے اچھے  
بیگ سماحول تھا... خشیدوار لکھے دھوئیں کے لئے جگ جلا  
فضا میں بل کھار ہے تھے مشغلوں کی نُمرخ روشنی میں ان کے پڑے  
ایسے گک رہے تھے بیسے وہ کسی دوسرا میں دیتا کی مخلوق ہوں اے۔

یک بیک بڑے عابد نے سجدے ہے سہرا ٹھایا۔ اور رحل  
پر رکھنے ہوتے بنتے کو اٹھا کر بوسہ دیا۔ پھر اُس کو بڑی اختیاط سے  
کھولا اور اُس میں سے کچھ اور ان نکالے... چند لمحے ان پر بھکارنا۔  
پھر سرا ٹھا کر بولا۔ دیکھو! شام کا پہلا ستارہ مقبرے کے کلبس کے اوپر  
پہنچا یا نہیں۔ کچھ مقبرے کے پہنچ رینے پر کھڑے ہو کر دیکھا۔  
ایک مرید حلقے نے نکل کر باہر چلا گیا! بڑے عابد نے ان اور ان  
کو دوبارہ چڑوان میں تھسک کے چڑھان پر رکھ دیا۔ اب اس کی آنکھیں  
بند تھیں اور وہ گھری گھری سالیں لئے رہا تھا۔

مریب جلد ہی دا پس آئیا اور اُس نے افلاغ دی کہ ابھی شام کا پہلا

ستارہ نکل کے اور نہیں آیا۔  
”انتظار کر دے۔ بڑے عابد نے پر سوچ لجھے میں کہا۔ بد نہاد نگشت  
کا آخری وقت قریب ہے۔ پھر یہ روزش مذیر کی پیشگوئی یہی ہے۔  
مگر دیکھو کتنے۔“

اُس نے ایک مرید کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ میرے قریب اُوپ  
میں تمہیں ان دو نوں کی نشانیاں جتاوں گا۔“ کہا۔  
مرید اُس کے قریب جا کر دوڑا نہ ہو گیا اور اتنا بھکار اُس کی  
سرگوشیاں آتائی ہے سن سکے!

سورج عرب ہو رہا تھا جب وہ دھلان سے اتر کر عقرب کے

”جیسی مرضی سردار ہیک۔“ عقاب جھکا اپنے تو خادم ہوں۔  
ضیغ کے اشارے پر اس کا ایک آدمی بٹھ کر گھنکا ہوا اور اپنے  
سے گذگیا اور اپنے پیچ کو اڑا کیا۔ ”سب صحیح ہے اسے اور۔“  
پھر سچے تعدد دیکھ کے پاگوں آدمی باسر نکل گئے۔ ضیغ عقرب کا  
روکے ہی رہا۔ پاچوں آدمی کے بعد اسے اسے دہانے کی گرفت  
دھکلے ہوئے کہا۔ اب تم میلو۔ ”یا انھیں لے جائیں اور انہیں دوستی  
کر۔“ عقرب کے تھے ہی پیچے وہ بھی گھنکا ہوا وہ سری طرف نکل  
ایا۔

یا ب۔ پر ایک چھوٹی سی گہری وادی تھی۔ بخون کی بوئن سائنسے  
دالی ڈھلان تک پہنچ کر نماں بہ ہو گئی۔ ایمان ایک ایسا خروش تھا جو پڑا ملا  
جس کا سرگفتار تھا۔

عقربے پہلی بار صشم کے چہرے پر کسی قدر سراسری کے انوار دھکے۔  
وہ بھٹی بھٹی انہوں سے خروش کی طرف دیکھ رہا تھا۔

چھر تو رج پھاراٹوں کے بچھے نماں ہو گیا۔ لیکن انہی کے شوونگ زنگوں  
واکے چکدار ہے۔ اب اسے روشن ہے کہ فضا پر اس کی نہیں مسلط ہو سکی۔

ضیغم نے غرب کی طرف مڑکنے پکیں جیسا کہ اسی اور عقاب اسی آسمان کی طرف ہاتھ جوڑ کر گرتا ہے۔ ”رت غظم“ اسی مفعال کو دے ایکن یہ سروار بھی تذکرہ تھا، میں یہ رت کے خاص الخص بندے! رم کرنے اگر وہ غذا بنا کوئی فرشتہ نہیں تھا تو تم سب کو معاف کرنے!

تھا تھے جو تے بیمار تک پہنچتے تھے اب بھائی کو لے کر ملے اور اسی طرف دیکھا ہوا بول کر ..... حلال و حرام ادا کر دیا تو اسی طرح جیسا جاؤں گا چیز وہ کچھ خرگوشش کھا رہا تھا اب اسی طرح نہیں تھا جو سارے حرم اس سیرا والی عقرب بگڑ گڑ لیا اسی میں نے جھوٹ نہیں لیا کیا سنا ہے وہ بخوبی اپنے خون کی لوئیت کیا تھی اور خرگوشوں کا خون نہیں اگدہ دیکھو بلکہ اس کی دُم ہی تو ہے اس کے بعد اس نے سفید بالوں کا چھا سازیں پیسے اٹھایا اسی طرح اس کا اُس کا شر جاتا تھے مجھے یہ حال میں اے عقرب نے اس کو دیکھ کر اسکے چھانٹے کی دیکھا ہوا اچل ٹراٹ کر دیکھو اس نے اگر بھائی کو خون کی بوندیں اس طرف بڑھنی لگتی ہیں تو آؤ دیکھیں شاید وہ ادھر ہی گیا ہوں اسی طرح اس کا شر جاتے تھے اس کے بعد اس کو دیکھ کر اس کے دوسرے تنگ سے دلائے تک جا پہنچنے پر اسماں تک تھا کہ ایک سارا ہر دو اونچی کھڑے کھڑے نہیں گزر سکتے تھے اسی طرح وہ اُسی غار کے کسی دوسرے تنگ سے دلائے تک جا پہنچنے پر اسماں عقرب نے ہماکہ خود سے نکلا جاتے ۔

”نمیں ہے!“ ضیغم اُس کاشانہ دل پتھا ہوا گرایا۔ ”تم نہیں... پہلے  
مریخ سے آئی تکین کنگے۔“ بہل کی زبان میں بہل کی زبان میں

میچے علوم ہے نہ نہیں تو اگر چلے تو ہماری جنپوں میں پڑے ہوتے  
کارتوسین خود بخود چل جائیں اور ہمارے ہم چلنی شروع ہے!  
”لیکن کب رہا ہے؟“ ضیغم غرایا لیکن اس کی اواز میں خوف  
کی لذش بھی شامل تھی ایسا۔ ”لیکن اس کی اواز میں خوف  
بک نہیں رہا سڑاک میرا اپ اسی طرح مرا ٹھا!“ عقرت نے  
رونی کی اواز بنائی ایسے ہی ایک چلاجے کی لذش میں وہ تھی  
نکلا تھا! اس کی داسکٹ کی سیب میں دس کارتوسین پڑے ہوتے  
تھے۔ یقین کرو سڑاک میرا سارے کارتوسین خود بخود چل گئے  
تھے اور اس کا سینہ چلنی ہو کر ہیگا۔“

”اچھا اچھا، میں یہ چکڑا، ہی جنم گزوں کا!“ ضیغم نے کہا اور  
ایسے دیوبوں سے لولا سارے کارتوسین ایک جیکھ دھیر کر دیا۔ اور  
خالی کہ دین۔ رالفلین بھی اور کلماڑیاں سمجھا لو! میں نکلتا ہوں!  
ہر سکتا ہے کارتوسون پر میرا خون حرام نہیں کیا ہے!  
اس کے کم کے مطابق ہر قسم کے سارے کارتوس ایک چینے میں بھر کر  
غما کے دلکنے میں اچھا فستے گے! ان کے ہول ٹزوں میں خالی لولا اور  
تھے!

”اندھرا پھیلنے سے سلے!“ عقرت کچھ سوتا ہوا لولا۔ ”ہیں اے  
ملائش کر لینا چاہیے!“

”سڑاک اے!“ اس کا ایک ساتھی بھراہی ہوئی اواز میں لولا۔ اگر وہ  
افسرستہ ہی ہے تو اسے لے لے لیں اس پر کسے ہم اچھا لیکن گے؟“

”اے۔“ ضیغم جخط الحواسن گدھنکی اوالادی ہے۔ ”میری  
سمجھ میں تو نہیں آتا!“  
”کیا ہے؟“ ابے کیا کہا۔ تو نہیں۔ ”اے۔“ ضیغم دھڑکا ہوا پچھے ہوا  
اور پڑی سے لٹکی ہوتی کلماڑی کا دستہ سنجھانے لگا!“  
”اعقرت نے دھلان میں چھلاگ لکڑا گی!“ ضیغم لحیم شیم آدمی تھا!

اس بنتے تیر نہیں دوڑ سکتا تھا! اس کے بخلاف عقرب جو بلکا بچلا جسم رکھتا تھا چنان پر بھی ہر نوں کی طرح چوڑ کر لیاں۔ بھرتا نظر آیا۔ ساتھ ہی وہ چیختا بھی جاری تھا! آئیں۔ باہم ائے وہیں کے فرشتے۔

اُن خیرہ سرکو بھی اپنی خوبیک ابنا پلے! ” ضیغم کلماءِ طی ملنے ہوئے باریار کو بنسش کر رہا تھا کہ وہی اُس پر کھینچ مارے۔ لیکن شاید آپ کلماءِ طی بھی ضایع نہیں کرنا پاہتا تھا۔ اس لئے شاک میں تھاکر شانہ خٹا کرے۔ لیکن عقرب نے ابھی تک تو ان کا موقع نہیں دیا تھا!

” دُلتاگھی نے ضیغم کو عقب سے لکھا۔ قبودہ نیچے وادی میں پنج چکا تھا! ”

” مُھر۔ اُخیرہ سردایری بوت آپسی! ”

ضیغم اپھل کر آواز کی طرف مڑا۔ اس نے آئے والے کو دیکھ کر تو وہ عقرب کو بھی بھول گیا! ایہ دہنی نوجوان تھا جس نے شرمنی کے خیثے کے تریب اُس کے سینے پر گھونسہ مارا تھا اور بوڑھے چبت باز کی وجہ سے وہ اُس سے انتقام بھی نہ لے سکتا تھا۔

” آجاتے پہلے تو نہیں آ جائے۔ مجھے تو تیری بھی تلاش تھی! ” ضیغم اکٹر کر بولا۔

” نکال کلماءِ طی! ”

” پاہراج قریب پنج گیا! وہند نکا چھینے لگا تھا! لیکن اب بھی اتنی روشنی تو تھی ہی کہ انہیں ایک دوسرے کی آنکھیں صاف نظر آ سکتیں ہیں! ”

” نکال کلماءِ طی! ” ” ضیغم نے پھر لکھا رکھا۔ لیکن ایرج خاموش

کھڑا اُسے گھوڑا رہا ابھ لے لے۔ ”

” تیرسی بارکوں گا۔ اُس کے بعد کلماءِ طی نکالنے یا نہ نکالنے میں تجوہ پر حملہ کر دوں گا! ” ضیغم نے کہا۔

” میری بھی ایک بات سن لے۔ ایرج نے پر سکون اور زرم بجھے میں کہا۔ ” تو ایک شکست ہے۔ مجھے تو درویش ہونا چاہئے تھا! اب بھی آدمی بن جا ایڑت غلطیم تجوہے متعاف کر دے گا۔

” اُو۔ چھوکرے۔ کلماءِ طی نکال۔ نہیں تو سبھل۔ ”

اس نے اپھل کر ایرج پر جملہ کر ہی دیا! اتنی وقت سے کلماءِ طی چلاتی گئی تھی کہ شاید پھر میں بھی اتر جاتی۔ لیکن ضیغم اپنے ہی زور میں اڑا دھڑام پنچے چلا آیا! ایرج نے بڑی پھر تی سے دار غالی دیا

تھا! اُس کے دوسرے سامنی وجود در کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے تالیاں بجائے لگے۔ ” ضیغم دھڑتا اور گایاں بکتا ہوا پھر اٹھا ہی

تھا کہ عقرب نے گدھے کی طرح رینکنا شروع کر دیا! ” ضیغم جو سطمن تھاکر اُسے کوئی بھی جان سے نہیں باریکے کا اُس کی طرف متوجہ ہو گیا! سکھی تو تھا ہی۔ ویسے بھی اُس کا وہ من اُلٹا پلٹا رہتا تھا!

” چپ رو۔ اچپ رو۔ ” ” بخوبے۔ ” درنہ سیکارے کاراون گا! ” اُس نے عقرب کو لیکارا۔ ” دیا۔ ” ”

” مجھ پر خفا ہونے کی ضرورت نہیں سرفراز۔ ” اس وقت تمہارے پا پ کی آوازہ روح میسرے جنم میں صلوں کر گئی ہے! ” ” عقرب نے کہا اور پھر گدھے کی طرح رینکنے لگا۔ ” ” اور ایرج ہنس پڑا۔ ” ”

ر ت اسمواں ! ای رج کے حرمے سے سماں نیاں لرز گئیں !  
ضیغم اسی کے باخوان بھروسہ سو ناچاہد پاتا تھا۔ صحرا ماتھا۔ گالیاں بد  
کر دنے والے سے باخختے اسی پیسی پیکھوں لمحی تھیں اور دل سے باخخت  
داسنے والوں کی گرفت اہستہ تنگ ہوئی جا رہی تھی۔  
ضیغم نے اسی عالم میں کمرے خڑک چینا چاہا۔ لیکن عقرب  
نے بوقربت آگیا تھا اُن کے باخوان پر چاہتے باتا شروع کر دیا۔  
وآخر ازافتھے ہی لمبات زنگ بھی تھا۔ اسیان ای رج کی گرد خود بھی  
بکر لیا لیکن عقرب نے کمی مثان چاہتے بار کی طرح اپنے بے بیں اسی اکھا  
ضیغم پاگن ہوا خادما تھا۔ اُن کی زیبان سے افاظ نہیں ادا نہیں ہو رہے  
تھے امر غصناں قسم کی کریہ الصوت جیسیں بکلن رہی تھیں! ایں ایکا معلوم  
ہوتا تھا جیسے کوئی زخمی سر برے اس تو جانے کے بعد غصے یہن پھر چبا  
چڑھا۔  
پھر اُو ازیں آہستہ آہستہ گھٹتی گئیں اُنہیں۔ ای رج اُسے اور پر ہی  
اٹھاتے رکھنے کے لئے جدوں بھد کر رہا تھا۔ اُن کے ہونڈتھی ملے  
پچھے ہوتے تھے اُن  
کی خبریں پھر تھیں۔ اُپنی بستہ تھیں۔ صیغم کے علاقے  
سے نکلے داں آخری آوازیں تھیں۔

شہرِ جبل زیارت گاہ کی طرف جانے کی ہست نہیں رکھتا تھا اور ہی  
دونوں گتے اے لیکن پھر اُس نے کچھ دیر بعد شادی کرنے کی آواز اُسی تو  
اٹھ کر بے تحاش زیارت گاہ کی طرف دوڑا گا اے  
یہاں .. ایرج اور عقرب بڑے عابد کے سامنے دم بخود کھڑے  
تھے۔ وہ اپنا دہنہ اٹھاتے کہہ رہا تھا اے ایرج اور عقرب ایک ہی  
شخص ہست ہے۔ ایرج وقت سے اور عقرب عقل ہے۔ نہ اب شکرال کے  
دن پھر لے دانے میں اتنیں سو سال ہوتے جب شماں کے نایاکوں نے نیز  
اٹھا اشکرال میں تباہیاں پھیلاتی ہیں۔ اُسی وقت سے رت غصہ  
کے عالمہ نہاری آمد کی خبر ملتے رہے۔ میں نہ امقدس اور ان میں اُن کی  
لپکر میاں وو جو دریں۔ انہیں میں سے ایک بڑی قمی کہ نہ لے۔ مخفی  
ایک نایاک شکست گلر گلک کی زیارت گاہ کے قریب اُس وقت مارا جاتے  
کہ اب شام کا پہلا ستارہ بیرون کے کل کے اور ہو گا۔ لیکوئی پوری  
ہوتی۔ خوش آمدید۔ اب میں تمہیں اُس تقدس نہم کی اجازت  
دیتا ہوں جس کے لئے تم غنی کرے گے ہو۔ اقم شمال میں جاؤ گے  
اور رت غصیم کا نام اونچا کر دے گے۔ لیکن یاد رکھنا جس دن تم دونوں  
ایک درس کے خلاف صفت آرا ہئے وہ بڑا مخواہیں دن ہو گا۔  
اس سے پہنچتے رہنا ہے۔

اُن کے حامیوں، وو تے ہری حلقوں بگوش رتب اسموں کی نجد گانے  
۔ ۔ ۔ بخور داؤں سے خوشبو دار دھوئیں کی کیروں اٹھا ٹھکرفا  
میں تو سیں اور دائرے بنائیں۔

بندی شہرِ جبل خوبی تو خاہی کر رہا تھا لیکن حقیقاً دگر قدر تھا۔ اکنہ کہ ایک  
شکست ادا گیا تھا۔ پتہ نہیں اب کیا ہو۔ ایکتی دمایں پھوٹنے لگئے  
لہو فان آئیں۔ بدبختی ٹزان باری ہو۔ ایرج اسے خم کر کے سیدھا  
شہرِ جبل ہی کے خیسے میں آیا تھا۔ یہاں صفحہ کا ڈیرہ پہنچ رہی تھے انسان  
پڑا تھا۔ اس کے وہ پاچوں سا بھی یہاں والپس پہنچے ہے۔ اسے  
اوہ پھر انہوں نے دوسرے شماجوں سے نہ مانے کیا کہا تھا کہ وہ  
بدھو سی کے عالمیں فراز ہوتے وقت اپنا اہمیت اس میں بھی چھوڑ دیتے  
رہتے۔ پھر ایرج اور انہیں اسکے لئے بخوبی اتنے بتا دیا۔ اور انہوں نے شہرِ جبل پر کہہ کر  
وکشاپیا کہ بڑے عابد کی پیشگوئی پیچ بثابت ہوئی۔ بیسیم کی لارڈی  
ایک درخت کی شاخ سے الجھوں رہی۔ ہے امر نے کے بغیر ہو اپنے  
زینیں نہیں لکھی اسی لیکن۔ مل لیں۔

لپکر پھر انہوں نے زیارت گاہ کے نقبوں کی آوازیں سیکھیں تھیں اور تو  
سارے میلے میں پہنچتے پھر ہے تھے۔ ”غیرہ سر شکست کے قاتل۔  
کو بڑے عالمی طلب کیا ہے۔ دو الگ گھم رکھنے والا ایک آدمی۔  
جمیل آئیں بھی ہو۔ اس نے نورانی زیارت گاہ میں پہنچے۔ اُس کا ایک سرم  
و مولانا ہے اور دوسرا تنونہند۔“

ت ایرج نے رت سے عقرب کی طرف دیکھا تھا اور عقرب تھنے سے کہا  
ہنس کر کہا تھا۔ چلو۔ اے۔